10

چند نہایت ہی اہم باتیں

(فرمودہ 10 مارچ 1944ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"**حضرت سیدہ اُمِّ طاہر احمد صاحبہ کی وفات:** اس ہفتے جو میرے گھر میں ایک واقعہ ہوا ہے یعنی میری بیوی اُمِّ طاہر فوت ہوئی ہیں اس کے متعلق مَیں دیکھتا ہوں کہ جماعت میں بہت بڑا درد پایا جاتا ہے۔ خصوصاً عورتیں اور غریب عورتیں بہت زیادہ اس درد کو محسوس کرتی ہیں کیونکہ میری یہ بیوی جو فوت ہوئی ہیں ان کے دل میں غرباء کا خیال رکھنے کا مادہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ ان کی بیماری کے لمبے عرصہ میں جماعت نے جس قسم کی محبت اور ہمدردی کا اظہار کیا ہے وہ ایک ایسی ایمان بڑھانے والی بات ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ مومن واقع میں ایک ہی جسم کے ٹکڑے ہوتے ہیں۔ بلکہ حق یہ ہے کہ جماعت کی ہمدردی گو دعاؤں کی شکل میں ہی ہوتی تھی لیکن قادیان کے لوگوں کے متعلق جب مجھے معلوم ہوتا کہ وہ بار بار مسجد میں جمع ہو کر ان کی صحت کے لیے دعائیں کرتے ہیں تو کئی دفعہ مجھے شک گزرتا کہ ایسا نہ ہو ہمارا یہ اضطرار خدا کو ناپسند ہو۔

جہاں تک میاں اور بیوی کا تعلق ہوتا ہے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے گھر میں آنے کے لیے چُنا اور ان کی پہلی شادی ہمارے چھوٹے بھائی مبارک احمد مرحوم

سے ہوئی تھی۔ اس لیے ان کا انتخاب گویا خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی کیا ہوا تھا۔ 1921ء کے شروع میں وہ مجھ سے بیاہی گئیں اور اب 1944ء میں وہ فوت ہوئی ہیں۔ اس طرح 23 سال کا لمبا عرصہ انہوں نے میرے ساتھ گزارا۔ جو لوگ ہمارے گھر کے حالات جانتے ہیں ان کو معلوم ہے کہ مجھے ان سے شدید محبت تھی لیکن باوجود اس کے جو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے اُس پر کسی قسم کے شکوہ کا ہمارے دل میں پیدا ہونا ایمان کے بالکل منافی ہوگا۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ہی ہے۔ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہی تعلیم دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی یہی تعلیم دی ہے کہ جب کوئی شخص وفات پا جائے، ہمارا اصل کام یہی ہوتا ہے کہ ہم کہہ دیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ[1] یہ کیسی لطیف تعزیت ہے ہمارے رب کی طرف سے۔ اِس سے بڑھ کر بندہ بھلا کیا تعزیت کر سکتا ہے۔ کہتا تو بندہ ہی ہے اِنَّا لِلّٰہِ۔ مگر سکھانے والا خدا ہے۔ پس جب خدا تعالیٰ نے یہ سکھایا اور بندے کے مُنہ سے اسے جاری کیا تو وہ الفاظ در حقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہیں۔ ان الفاظ کے معنے یہ ہیں کہ مرنے والا اور باقی رہنے والے سب اس کے ہی ہیں۔ پس اگر وہ اللہ کی چیز تھی اور ہم بھی اسی کے ہیں تو اللہ تعالیٰ اگر اپنے ایک غلام کے پاس رکھوائی ہوئی امانت اس سے واپس لے گیا تو اسے شکوہ کا کیا حق ہے۔ مگر یہ پہلا حصہ کچھ استغناء ظاہر کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر رحم فرما کر دوسرا حصہ اس کے ساتھ لگا دیا کہ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ اس طرح اس تعزیت کو مکمل فرما دیا۔ پہلے فرمایا تھا کہ اگر ہم تم کو کوئی انعام دیتے ہیں اور پھر وہ انعام تم سے لے لیتے ہیں تو تمہیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ میرے محسن نے فلاں چیز مجھے دی تھی اور میں اس سے پانچ سال یا دس سال یا بیس سال یا تیس سال یا چالیس یا پچاس سال تک فائدہ اٹھاتا رہا۔ اس کے بعد وہ اپنی امانت مجھ سے کیوں لے گیا؟ اس بات پر اسے شکوے کا کیا حق ہے۔ یہ تو اُس کا احسان تھا کہ جتنی مدت وہ چیز اس کے پاس رہی اُس سے وہ پوری طرح فائدہ اٹھاتا رہا۔ اب اس کے بعد فرماتا ہے کہ یاد رکھو اگر تمہارا کوئی عزیز ہم نے تم سے جُدا کر دیا ہے تو مومن کو یہ بھی تو سوچنا چاہیے کہ دنیا سے کسی کا اٹھ جانا دائمی جدائی کا موجب تو نہیں ہوتا۔ اگر یہ دائمی جدائی ہوتی اور فرض کرو کہ بَعۡدَ الۡمَوت کوئی زندگی نہ ہوتی

تب بھی کیا خدا کا حق نہیں تھا کہ جو چیز اس نے دی ہے وہ اسے واپس لے؟ لیکن وہ زائد وعدہ یہ کرتا ہے کہ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ایک شخص اگر خدا کی طرف گیا ہے تو ہم بھی ایک دن اسی کی طرف چلے جائیں گے۔ فرق صرف یہ ہے کہ کسی نے پہلے سفر طے کر لیا ہے اور کوئی بعد میں سفر کے لیے چل پڑے گا ورنہ منزلِ مقصود سب کی ایک ہی ہے اور جب منزلِ مقصود ایک ہی ہے تو اس میں گھبراہٹ کی کون سی بات ہے۔ بچے بعض دفعہ تعلیم حاصل کرنے کے لیے ولایت بھیج دیئے جاتے ہیں۔ اب کسی کی زندگی کا کیا اعتبار ہوتا ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ وہ ایک یا دو دن بھی اَور زندہ رہے گا۔ نہ والدین جانتے ہیں کہ انہوں نے اتنا عرصہ زندہ رہنا ہے اور نہ لڑکے جانتے ہیں کہ ان کی زندگی کب تک ہے۔ مگر باوجود اس کے جب لڑکوں کو پڑھنے کے لیے ولایت بھیجا جاتا ہے تو پانچ پانچ چھ چھ بلکہ دس دس سال تک مائیں صبر کرتی ہیں، باپ صبر کرتے ہیں اور وہ گھبراہٹ سے کام نہیں لیتے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ آخر ہمارے بچے ایک دن آ جائیں گے۔ یا اگر کسی سفر پر کوئی شخص پہلے چل پڑتا ہے اور دوسروں نے بھی وہیں جانا ہوتا ہے تو وہ سمجھتے ہیں ہم چند دن کے بعد اس سے جا ملیں گے۔ جانا تو ہے ہی۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ پہلے یہ اقرار کرو کہ خدا نے ہم پر جو احسان کیا ہے ہم اس کے شکر گزار ہیں۔ پھر یہ بھی سمجھ لو کہ تم سارے ایک دن خدا کے پاس جمع ہونے والے ہو اور اس کے پاس پہنچ کر اکٹھے ہو جاؤ گے۔ پس فرماتا ہے جب تم سارے ایک دن اکٹھے ہونے والے ہو تو خدا کے فعل پر شکوہ یا جزع فزع کتنی بڑی نادانی ہے۔ اگر تم جزع فزع کرو گے تو اِس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمہارا اپنے عزیزوں سے آخری اتّصال کمزور ہو جائے گا کیونکہ جس خدا کے اختیار میں یہ ہے کہ وہ اگلے جہان میں سب کو اکٹھا کر دے اُسی کے اختیار میں یہ بھی ہے کہ وہ اگلے جہان میں بعض کو جُدا جُدا رکھے۔ پس مومن کی اصل تعزیت اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ہی ہے۔ باقی جہاں تک جسم کا تعلق ہے جسم جب کٹتا ہے تو ضرور دکھ پاتا ہے۔ صحابہؓ جنگوں میں شہید ہوئے اور اپنی خوشی سے شہید ہوئے۔ آخر بدر یا اُحد یا اَحزاب کے موقع پر کون ان کو پکڑ کر لے گیا تھا۔ وہ اپنی خوشی سے گئے اور اپنی خوشی سے شہید ہوئے لیکن جہاں تک جسم کے کٹنے کا سوال ہے ان کو ضرور تکلیف ہوئی۔ پس جسم بے شک دُکھ پاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا

احسان ہوتا ہے اُس بندے پر جس کی روح خدا کے آستانہ پر جھکی رہے اور اُس سے کہے کہ اَے میرے رب! مجھے کوئی شکوہ نہیں۔ تُو نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا۔ یہی عین مصلحت تھی اور یہی چیز میرے لیے بہتر تھی۔ تیرا فعل بالکل درست ہے۔ اور گو مجھے سمجھ میں نہ آئے مگر میں یہی کہتا ہوں کہ تیرا کوئی کام حکمت کے بغیر نہیں۔ مَیں نے جہاں تک ہو سکا مرحومہ کے علاج کے لیے کوشش کی۔ لمبی بیماری تھی۔ لیکن اس لمبی بیماری میں خدا تعالیٰ نے مجھے توفیق عطا فرمائی کہ مَیں نے ان کی ہر طرح خدمت کی اور ان کے علاج کے لیے کوشش کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ثواب کا ایک موقع بہم پہنچا دیا۔ اور اس بات کا بھی کہ میاں بیوی میں بعض دفعہ رنجشیں ہو جاتی ہیں خصوصاً جس کی کئی بیویاں ہوں اُن میں سے بعض کہہ دیا کرتی ہیں کہ ہم سے محبت نہیں فلاں سے ہے، چاہے اُس سے زیادہ محبت ہو۔ مگر اس قسم کے شکوے بعض دفعہ پیدا ہو جایا کرتے ہیں۔ مجھے ان کی اِس لمبی بیماری کی وجہ سے بہت تکلیف تھی مگر مَیں سمجھتا تھا اس کے کئی فوائد بھی ہیں۔ ایک تو یہ کہ مَیں سمجھتا تھا کم سے کم میری خدمت کی وجہ سے اگر ان کے دل میں اس قسم کا کوئی خیال ہو گا بھی کہ میرا خاوند مجھ سے محبت نہیں کرتا رہا، میری قدر نہیں کرتا تو یہ خیال اُن کے دل سے جاتا رہے گا اور ان کی وفات اطمینان کی وفات ہو گی اور یہ سمجھتے ہوئے ہو گی کہ میرا خاوند مجھ سے محبت کرتا ہے۔ دوسری حکمت اس میں یہ تھی کہ ہر انسان سے اپنی زندگی میں کچھ نہ کچھ غلطیاں اور کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ لمبی بیماریاں بے شک انسان کے لیے بڑے دکھ کا موجب ہوتی ہیں مگر لمبی بیماریوں سے مرنے والا بشرطیکہ وہ مومن ہو خدا تعالیٰ کی مغفرت کا مستحق ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی بیماری کے ایام میں توبہ کی توفیق دے دیتا ہے، استغفار کی توفیق دے دیتا ہے، دُعا کی توفیق دے دیتا ہے اور یہ سب چیزیں مل کر اُس کی مغفرت اور ترقیٔ درجات کا باعث بن جاتی ہیں۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ ایسی لمبی بیماریوں میں چونکہ بیمار کے رشتہ دار بھی کثرت سے دعائیں کرتے ہیں اس لیے خدا کے حضور جب وہ دعائیں ظاہری صورت میں قبول ہونے والی نہیں ہوتیں تو وہ اُن دعاؤں کے بدلہ میں مرنے والے کی عاقبت کو درست کر دیتا ہے اور فرماتا ہے ہم نے اسے دنیا میں تو صحت نہیں دی مگر آخرت میں اس کی روح کو صحت دے دی ہے۔

پھر ہمارے ساتھ تو اللہ تعالیٰ کا یہ معاملہ ہے اور در حقیقت تمام کامل اور سچے مومنوں کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ قبل از وقت ایسی خبریں دے دیتا ہے جن کے پورے ہونے پر رنج میں بھی خوشی کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔ آج سے بارہ تیرہ سال پہلے مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ اُمّ طاہر کا آپریشن ہوا ہے مگر مَیں نے دیکھا کہ ان کا آپریشن دہلی میں ہوا ہے اور مجھے اطلاع ملی ہے کہ اُن کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔ مَیں اس رؤیا کی وجہ سے باوجود اس کے کہ وہ بیمار تھیں اور لمبے عرصہ سے بیمار تھیں آپریشن سے گھبراتا تھا۔ کئی دفعہ بعض دوستوں نے کہا کہ دہلی میں ان کا آپریشن ہو جائے مگر مَیں رُکتا رہا اور چونکہ خواب کی اگر ظاہری شکل بدل جائے تو اس صورت میں بھی وہ بعض دفعہ ٹل جاتی ہے اس لیے ان کو لاہور کے ہسپتال میں داخل کر دیا گیا۔ وہاں ایسی صورت پیدا ہو گئی کہ سوائے آپریشن کرنے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ آپریشن کے بعد دوسرے دن ان کو دل کی کمزوری کا دَورہ ہوا اور خطرہ ہو گیا کہ کہیں ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔ اُس وقت مَیں نے ان کے لیے دعا کرنی شروع کر دی۔ جب مَیں دعا کر رہا تھا تو یکدم مجھے یہ رؤیا یاد آ گیا اور میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ اِس ہسپتال کا نام لیڈی ولنگڈن ہاسپٹل ہے اور لیڈی ولنگڈن وائسرائے کی بیوی تھیں جس کا صدر مقام دہلی ہوتا ہے۔ پس رؤیا میں جو دکھایا گیا تھا کہ اُن کا آپریشن دہلی میں ہوا اور اس کے بعد اُن کا ہارٹ فیل ہو گیا اِس سے مراد کہیں ایسا ہسپتال نہ ہو جس کی دہلی سے کوئی نسبت ہو۔ اس سے مجھے سخت تشویش ہوئی اور مَیں نے ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب سے اِس کا ذکر کیا کہ اس خواب کا خیال آکر مجھے سخت تشویش ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ اپنی کوئی تقدیر پوری کرنا چاہتا ہے تو باوجود علم کے آنکھوں پر پردہ پڑ جاتا ہے۔ مَیں سمجھتا رہا کہ اس سے مراد شہر دہلی کا ہسپتال ہے مگر اب خوف پیدا ہو رہا ہے کہ کہیں دہلی کے کسی آدمی سے تعلق رکھنے والا ہسپتال مراد نہ ہو۔ بہرحال اُس وقت مَیں نے ان کی صحت کے لیے خاص طور پر دُعا شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اُس وقت ان کو کچھ آرام بھی دے دیا۔ اس کے بعد جب مَیں جنوری کے آخر میں یہاں آیا تو مَیں نے ایک اَور رؤیا دیکھا۔ جب مَیں یہاں آیا ہوں اُس وقت برابر یہ خبریں آتی رہیں کہ ان کی صحت اچھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیّت ایسی ہی تھی کہ صحیح حالات کا علم نہ ہو سکا۔

ڈاکٹر غلام مصطفٰی صاحب اس ہسپتال میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے بڑے اخلاص اور محبت سے تیمارداری میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ میری نیت اُس وقت یہی تھی کہ مَیں جمعہ پڑھا کر قادیان سے جاؤں اور اگلا جمعہ پھر قادیان میں ہی واپس آکر پڑھاؤں۔ لیکن ڈاکٹر غلام مصطفٰی صاحب نے یہ اطلاعات دینی شروع کیں کہ مریضہ بالکل اچھی ہیں اور چند دن میں ان کو ہسپتال سے فارغ کر دیا جائے گا۔ اس وجہ سے مَیں نے مناسب سمجھا کہ مَیں اگلے جمعہ تک قادیان ہی ٹھہروں مگر واقعہ یہ تھا کہ اس عرصہ میں ان کا دوبارہ آپریشن ہوا تھا اور ان کی صحت گر رہی تھی۔ چنانچہ جمعرات کی شب کو فون آیا کہ ان کی حالت بہت نازک ہے اور میرے نہ آنے کی وجہ سے وہ بہت گھبرا رہی ہیں۔ ڈاکٹر میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب ان کے بھائی ان کو ملنے کے لیے گئے تو انہوں نے آکر شیخ بشیر احمد صاحب کو فون پر ان کی نازک حالت کی اطلاع دی اور مزید کہا کہ وہ مجھے اطلاع کر دیں کہ آپ کے نہ آنے کی وجہ سے مریضہ بہت گھبرائی ہوئی ہیں۔ چنانچہ مَیں جمعہ پڑھا کر لاہور گیا اور اُس وقت مجھے معلوم ہوا کہ اُن کے پیٹ میں دوبارہ شگاف دیا گیا ہے اور حالت پہلے سے خراب ہے۔

اس قادیان کے قیام کے ایام میں جبکہ ان کی صحت کے متعلق مجھے اچھی خبریں آرہی تھیں مَیں نے خواب میں دیکھا کہ شیخ بشیر احمد صاحب مجھ سے ملنے کے لیے آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ اُمِّ طاہر کا ہارٹ فیل ہو گیا ہے۔ پھر کہنے لگے انہوں نے آپ تک پہنچانے کے لیے مجھے کہا تھا کہ سو روپیہ فلاں عورت کو دے دیں اور سو روپیہ فلاں عورت کو دے دیں۔ ایک عورت کا انہوں نے نام بتایا اور دوسری کا نام انہوں نے نہ بتایا۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کا نام بھول گئے ہیں مگر ساتھ ہی کہا کہ عجیب بات ہے کہ جب وہ وصیت کر رہی تھیں اور ان کا دل ساکت ہو رہا تھا تو اُن کی طبیعت بالکل مطمئن تھی اور ان کے دل پر اُس وقت گھبراہٹ کے کوئی آثار نہ تھے۔ یہ خواب مَیں نے لاہور میں بہت سے دوستوں کو سنا دی تھی۔ خواب کا بعض دفعہ ایک حصہ پورا کر دیا جائے تو وہ ٹل جایا کرتی ہے اِس بناء پر مَیں نے یہاں سے جا کر اُن کو دو سو روپیہ دیا اور کہا کہ ایک سو روپیہ تو فلاں عورت کو دے دو اور ایک سو روپیہ جس عورت کو چاہو

دے دو مگر شرط یہ ہے کہ پورا سَو دو۔ تقسیم کر کے مختلف مستحقوں کو نہ دو۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس عورت کو انہوں نے سو روپیہ بھجوایا اُس کے متعلق بعد میں معلوم ہوا کہ اُس نے دو دن پہلے کسی سے کہا تھا کہ میرے بیٹے کو سو روپیہ کی ضرورت ہے۔ میری فلاں فلاں چیزیں فروخت کر دو اور اس کے لیے روپیہ کا انتظام کر دو۔

اس کے بعد جب ہم ان کو دوسرے ہسپتال میں لے گئے تو ایک دن جب مَیں اُن کے لیے دعا کر کے سویا تو مجھے رؤیا میں ایسا معلوم ہوا جیسے اس مکان کی سیڑھیوں پر میرے ساتھی گھبرائے ہوئے چڑھ رہے ہیں۔ مَیں اُن کے قدموں کی آواز سن کر اور ان کی گھبراہٹ محسوس کر کے باہر نکلا تاکہ معلوم کروں کہ کیا بات ہے۔ جب مَیں باہر آیا تو مَیں نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں گاگریں ہیں۔ انہوں نے گاگریں میرے سامنے رکھ دیں اور کہا کہ سب نلکے سُوکھ گئے ہیں، کہیں پانی نہیں ملتا۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ کہیں سے پانی تلاش کرو۔ اِس پر انہوں نے کہا کہ حضور سب ہی نلکے سُوکھ گئے ہیں۔ مَیں خواب میں ایسا سمجھتا ہوں کہ اس وقت پانی کی سخت ضرورت ہے اور زور دیتا ہوں کہ کہیں سے پانی تلاش کرو۔ مگر وہ یہی کہتے ہیں کہ سب نلکے سُوکھ گئے ہیں۔ اس کے بعد مَیں نے دیکھا کہ کوئی شخص بہت تلاش کرنے کے بعد پانی کا ایک لوٹا لایا ہے۔ مجھے یہ یاد نہیں رہا کہ مَیں نے اُس سے پانی کا لوٹا لیا ہے یا نہیں۔ پھر اس رؤیا کے معًا بعد یا پہلے جاگتے ہوئے جبکہ مَیں سو نہیں رہا تھا مَیں نے دیکھا کہ کوئی شخص میرے کان پر جھکا اور آہستہ سے میرے کان میں اُس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ مَیں نے دوستوں کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے کہا یہ بڑا اچھا خواب ہے کیونکہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا گیا ہے۔ مگر مَیں نے کہا مجھے تو یہ منذر معلوم ہوتا ہے کیونکہ آنے والا دُور سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا کرتا ہے اور جانے والا پاس سے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا کرتا ہے۔ پانی نہ ملنے کے معنے بھی یہی تھے کہ ان کی زندگی کا پانی ختم ہو چکا تھا اور ایک لوٹا پانی کے معنے یہ تھے کہ اب وہ تھوڑا عرصہ ہی زندہ رہیں گی۔ چنانچہ اس رؤیا کے بعد وہ صرف اڑتالیس گھنٹے زندہ رہیں۔ اس کے بعد وفات پا گئیں۔ تو دیکھو کس طرح ساری باتیں پوری ہو گئیں۔ بارہ سال پہلے ایک خواب دیکھی گئی تھی جس میں بتایا گیا تھا کہ ان کا آپریشن ہو گا اور آپریشن کے بعد

ان کی وفات دل کے کمزور ہو جانے کی وجہ سے، نہ کہ اصل آپریشن کی وجہ سے ہوگی۔ چنانچہ اس کے بعد وہ بیمار ہوئیں اور انہیں ایک ہسپتال میں لے جایا گیا جہاں بظاہر علاج کرانا بہت مشکل تھا۔

مردوں سے علاج کرانا عورتوں پر بہت گراں گزرتا ہے۔ گو شریعت میں اس کی اجازت ہے۔ چنانچہ مَیں نے خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا۔ آپ نے ایک دفعہ فرمایا کہ اگر کوئی عورت کسی ایسے مرض میں مبتلا ہو جاتی ہے جس کی معالج عورتوں میں کوئی نہ ہو اور کسی ماہر مرد ڈاکٹر سے علاج یا آپریشن کی ضرورت آپڑتی ہے تو ایسی صورت میں اگر وہ عورت مرد ڈاکٹر سے علاج نہیں کراتی اور اس مرض سے فوت ہو جاتی ہے تو ہمارے نزدیک وہ خودکشی کا ارتکاب کرتی ہے۔ تو شریعت میں اس بات کی اجازت ہے مگر پردہ کے لحاظ سے عورتیں عام طور پر مرد ڈاکٹروں سے علاج کرانے سے بچنے کی کوشش کرتی ہیں۔ مگر ان کی حالت ایسی نازک ہوگئی کہ ان خیالات کو چھوڑنا پڑا اور ایک ایسے ہسپتال میں ان کا آپریشن ہوا جس کا نام دہلی کی ایک خاتون سے منسوب تھا۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ جس وقت مَیں انہیں روپیہ دینے کے لیے گیا کہ سو روپیہ فلاں عورت کو دے دو اور سو روپیہ جس عورت کو چاہو دے دو اُس وقت صرف ایک عورت ان کے پاس تھی۔ مگر انہوں نے اپنی وفات سے چار پانچ دن پہلے اصرار کیا کہ فلاں عورت کو بھی میرے پاس بھجوا دو۔ چنانچہ جب ان کی موت کا وقت آیا تو دو عورتیں اُن کے پاس تھیں۔ ایک اُن کے دائیں طرف بیٹھی تھی اور دوسری ان کے بائیں طرف بیٹھی تھی۔ خواب میں مجھے شیخ بشیر احمد صاحب نظر آئے تھے مگر جب مَیں نے دوستوں کو یہ خواب سنائی تو مَیں نے کہہ دیا کہ میرا خیال ہے اس سے مراد میاں بشیر احمد صاحب ہیں اور خوابوں میں بِالعموم ایسا ہو جاتا ہے کہ ایک شخص کی بجائے دوسرا شخص نظر آجاتا ہے جو اُس کا ہم نام ہو۔ پس میں نے کہا اِس سے مراد میاں بشیر احمد صاحب ہوں گے۔ شیخ بشیر احمد صاحب سے انہوں نے کیا بات کرنی تھی اور اُن سے بات کرنے کا موقع بھی کیا ہو سکتا تھا۔ میاں بشیر احمد صاحب چونکہ میرے بھائی ہیں اس لیے میرا خیال ہے کہ اس سے مراد وہی ہیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ وفات کے قریب

مَیں بار بار ان کے پاس جاتا انہیں دعائیں سکھاتا کہ یہ یہ دعائیں اِس وقت مانگو۔ پھر جب مَیں واپس آجاتا تو تھوڑی دیر کے بعد اسی گھبراہٹ میں اپنے ماموں (یعنی ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب) کو بھیج دیتا کہ آپ جائیں اور انہیں قرآن شریف سنائیں۔ جب ان کا آخری وقت تھا، اُس وقت دہلی کا ایک اَور تعلق بھی ظاہر ہو گیا۔ یعنی اُس وقت ڈاکٹر عبداللطیف صاحب دہلی والے ان کو آکسیجن سونگھا رہے تھے۔ پھر یہ جو مَیں نے دیکھا کہ شیخ بشیر احمد صاحب آئے ہیں اور انہوں نے وفات کی اطلاع دی ہے مگر ساتھ ہی کہا ہے کہ ان کا دل مطمئن تھا اور انہیں کوئی تکلیف نہ تھی یہ بھی پورا ہوا۔ چنانچہ جب انہوں نے آخری سانس لیا تو میاں بشیر احمد صاحب میرے پاس آئے۔ اُس وقت اُن پر رقّت طاری تھی۔ وہ مجھ سے بولے نہیں۔ صرف انہوں نے سر سے اشارہ کیا کہ اندر چلے جاؤ۔ مگر وہ کہتے ہیں جب مَیں باہر نکلا تو اُس وقت یہ گہرا اثر تھا کہ اُمّ طاہر کے دل پر موت کا کوئی اثر نہیں اور نہایت اطمینان کی حالت میں انہوں نے آخری سانس لیے ہیں۔ یہاں تک کہ آخری تشنّج جو عام طور پر مریض پر وارد ہوتا ہے وہ بھی نہیں ہوا بلکہ آہستگی سے سانس لیتے ہوئے وہ فوت ہو گئیں۔

یہ خدا تعالیٰ کا کس قدر احسان ہے کہ اُس نے اگر ایک طرف سے ہم کو صدمہ پہنچایا تو دوسری طرف اپنی ہستی کا ایک زبردست ثبوت مہیا کر کے ہمارے دلوں کو اطمینان بھی بخشا فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

اصل بات یہ ہے کہ مجھے اگر کسی چیز سے ان کی وفات کے وقت گھبراہٹ تھی تو وہ یہ تھی کہ لمبی بیماری کے نتیجہ میں بعض دفعہ انسان کے ایمان میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتا کہ یہ خدا نے اُس کی بخشش کا سامان کیا ہے اور اُس نے چاہا ہے کہ اِسی دنیا میں اسے گناہوں سے صاف کر دے اور ہر قسم کی آلائشوں سے پاک کر کے اپنے دربار میں لائے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ خدا نے اُس پر سختی کی ہے۔ پس میرے دل میں یہ کرب تھا جس کی وجہ سے میں ان کے لیے دعا بھی کرتا اور ان کی آخری گھڑیوں میں انہیں بار بار یہی نصیحت کرتا کہ دیکھو ذکر الٰہی کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرو۔ مَیں اِس وقت دُعا کرتا ہوں تم بھی اللہ تعالیٰ سے اپنے دل میں دعائیں مانگو۔ مَیں نے اس وقت یہ بھی سمجھا کہ اگر اِس وقت سورہ یٰسین پڑھی

جائے تو ممکن ہے اِسی سے ان کا ہارٹ فیل ہو جائے۔ اس لیے مَیں قرآن کریم کی بعض اور سورتیں پڑھ پڑھ کر ان کا ترجمہ کر کر کے انہیں سناتا رہا اور جب مَیں کچھ دیر کے بعد ٹھہر گیا تو انہوں نے کہا کہ اَور قرآن پڑھو۔ اِس سے مَیں نے سمجھا کہ انہوں نے اپنی آخری حالت کو معلوم کر لیا ہے۔ چنانچہ اُس وقت میں نے سورہ یٰسین پڑھنی شروع کر دی اور مَیں نے دیکھا کہ وہ برابر اپنی زبان سے یہ دعائیں مانگتی چلی جاتی تھیں۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یَاحَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ۔ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ۔ اور مَیں نے دیکھا کہ برابر وفات تک ان کے ہونٹ ہلتے رہے۔ اور گو ان کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی مگر ان کے ہونٹوں کے ہلنے سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ برابر وہی دعائیں مانگ رہی ہیں۔ مَیں نے ان کی وفات پر جو پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ مَیں نے اُسی جگہ زمین پر خدا تعالیٰ کے حضور شکر کا سجدہ کیا کہ ان کا انجام بالخیر ہو گیا اور تکلیف دہ لمبی بیماری نے ان کے دل میں اپنے رب سے کوئی شکوہ نہیں پیدا کیا اور اس کی قضا پر وہ راضی ہو کر اِس دنیا سے گئیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ مَیں سمجھتا ہوں در حقیقت ایک مومن کے لیے سب سے بڑی چیز یہی ہے کہ مرتے وقت اُس کی زبان پر اور اُس کے عزیزوں کی زبان پر خدا تعالیٰ کا ذکر ہو۔ اُس کا دل مطمئن ہو اور دعائیں اُس کی زبان پر جاری ہوں تا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو اور اس کی بخشش اُس کا احاطہ کر لے۔

وفات کے بعد ان کی شکل سے کسی طرح بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا تھا کہ ان کے دل میں موت کے وقت کسی قسم کا کرب تھا۔ بلکہ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی اطمینان سے سو رہا ہو۔ بلکہ شاید دیکھنے والا ان کے چہرہ کو دیکھ کر یہ بھی نہ سمجھ سکتا کہ وہ فوت ہو چکی ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہم خوش ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ اُس نے قبل از وقت ہمیں آنے والے حالات سے مطلع کیا۔ اگر وہ پہلے سے یہ خبریں ہمیں نہ بتاتا تو شاید ہمارے دل کا کرب زیادہ ہوتا۔ مگر جب اس کی بتائی ہوئی خبریں پوری ہوئیں تو ہمارے لیے یہ خوشی کا مقام ہے کہ اُس نے جو کچھ کہا وہ سچ ثابت ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہمارے چھوٹے بھائی مبارک احمد مرحوم سے بہت محبت تھی۔ جب وہ بیمار ہوا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اتنی محنت اور اتنی توجہ سے اس کا علاج کیا کہ بعض لوگ سمجھتے تھے اگر مبارک احمد فوت ہو گیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت صدمہ پہنچے گا۔ حضرت خلیفہ اول بڑے حوصلہ والے اور بہادر انسان تھے۔ جس روز مبارک احمد مرحوم فوت ہوا اُس روز صبح کی نماز پڑھا کر آپ مبارک احمد کو دیکھنے کے لیے تشریف لائے۔ میرے سپرد اُس وقت مبارک احمد کو دوائیاں دینے اور اُس کی نگہداشت وغیرہ کا کام تھا۔ مَیں ہی نماز کے بعد حضرت خلیفہ اول کو اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ مَیں تھا، حضرت خلیفہ اول تھے، ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے اور شاید ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب بھی تھے۔ جب حضرت خلیفہ اول مبارک احمد کو دیکھنے کے لیے پہنچے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا حالت اچھی معلوم ہوتی ہے بچہ سو گیا ہے۔ مگر درحقیقت وہ آخری وقت تھا۔ جب مَیں حضرت خلیفہ اول کو لے کر آیا اُس وقت مبارک احمد کا شمال کی طرف سر اور جنوب کی طرف پاؤں تھے۔ حضرت خلیفہ اول بائیں طرف کھڑے ہوئے اور انہوں نے نبض پر ہاتھ رکھا۔ مگر نبض آپ کو محسوس نہ ہوئی۔ اِس پر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہا کہ حضور مُشک لائیں اور خود ہاتھ کُہنی کے قریب رکھ کر نبض محسوس کرنی شروع کی کہ شاید وہاں نبض محسوس ہوتی ہو۔ مگر وہاں بھی نبض محسوس نہ ہوئی تو پھر آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے مخاطب ہو کر کہا کہ حضور جلدی مشک لائیں اور خود بغل کے قریب اپنا ہاتھ لے گئے اور نبض محسوس کرنی شروع کی۔ اور جب وہاں بھی نبض محسوس نہ ہوئی تو گھبرا کر کہا حضور! جلد مُشک لائیں۔ اس عرصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام چابیوں کے گچھے سے کنجی تلاش کر کے ٹرنک کا تالا کھول رہے تھے۔ جب آخری دفعہ حضرت مولوی صاحب نے گھبراہٹ سے کہا کہ حضور! مُشک جلدی لائیں اور اِس خیال سے کہ مبارک احمد کی وفات سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سخت صدمہ ہو گا باوجود بہت دلیر ہونے کے آپ کے پاؤں کانپ گئے اور آپ کھڑے نہ رہ سکے اور زمین پر بیٹھ گئے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید نبض دل کے قریب چل رہی ہو اور مُشک سے قوت کو

بحال کیا جاسکتا ہو۔ مگر ان کی آواز سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ امید موہوم تھی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کی آواز کے ترعّش 2 کو محسوس کیا تو آپ سمجھ گئے کہ مبارک احمد کا آخری وقت ہے اور آپ نے ٹرنک کھولنا بند کر دیا اور فرمایا مولوی صاحب! شاید لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ آپ اتنے گھبرا کیوں گئے ہیں؟ یہ اللہ کی ایک امانت تھی جو اس نے ہمیں دی تھی اب وہ اپنی امانت لے گیا ہے تو ہمیں اس پر کیا شکوہ ہو سکتا ہے۔ پھر فرمایا آپ کو شاید یہ خیال ہو کہ مَیں نے چونکہ اس کی بہت خدمت کی ہے اس لیے مجھے زیادہ صدمہ ہو گا۔ خدمت کرنا تو میرا فرض تھا جو مَیں نے ادا کر دیا اور اب جبکہ وہ فوت ہو گیا ہے ہم اللہ تعالیٰ کی رضا پر پوری طرح راضی ہیں۔ چنانچہ اُسی وقت آپ نے بیٹھ کر دوستوں کو خط لکھنے شروع کر دیئے کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ایک امانت تھی جو اس نے ہم سے لے لی۔

تو مومن کا اصل کام یہ ہوتا ہے کہ ایک طرف تو وہ جہاں تک ہو سکتا ہے دوسرے کی خدمت کرتا ہے اور اس خدمت کو اپنے لیے ثواب کا موجب سمجھتا ہے۔ مگر دوسری طرف جب اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہوتی ہے تو وہ کسی قسم کی گھبراہٹ کا اظہار نہیں کرتا۔ وہ سمجھتا ہے خدمت کا ثواب مجھے مل گیا ہے۔ لیکن جو جزع فزع کرنے والے ہوتے ہیں وہ دنیا کی مصیبت الگ اٹھاتے ہیں اور آخرت کی مصیبت الگ اٹھاتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ بدبخت اَور کون ہو سکتا ہے جو دُہری مصیبت اٹھائے۔ اِس جہان کی مصیبت کو بھی برداشت کرے اور اگلے جہان کی مصیبت کو بھی برداشت کرے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمانہ اسلام کی فتوحات کا ہے۔ بادشاہ کا کوئی نوکر یہ جرأت نہیں کر سکتا کہ جس وقت اُس کا بادشاہ کامیابی حاصل کر کے واپس آ رہا ہو اور فتح کا جشن منا رہا ہو تو وہ اُس کے سامنے کسی قسم کے غم کا اظہار کرے خواہ اُس دن اُس کا باپ مر گیا ہو، اُس کا بیٹا مر گیا ہو، اُس کی بہن مر گئی ہو، اُس کی بیوی مر گئی ہو۔ وہ اپنی آنکھوں کو پونچھتا اور اپنی کمر کو سیدھی رکھتا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے آج میرے آقا کی خوشی کا دن ہے۔ آج میرے لیے غم کا اظہار کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح آج ہمارے لیے خوشی کا دن ہے، آج ہمارے لیے مسرت و شادمانی کا دن ہے کہ تیرہ سو سال کے لمبے عرصہ اور ہزار سال کے فیجِ اعوج کے بعد

خدا نے پھر چاہا کہ اُس کے بندے اُس کی طرف واپس آئیں۔ خدا نے پھر چاہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں پھیلے، خدا نے پھر چاہا کہ توحید کو دنیا میں قائم کرے، خدا نے پھر چاہا کہ شیطان کو آخری شکست دے کر دین کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دے۔ پس آج جبکہ ہمارے رب کے لیے خوشی کا دن ہے ہمارے رنج اُس کی خوشی پر قربان۔ ہم اُس کی خوشی کے دن منحوس باتیں کرنے والے کون ہیں۔ جتنے احسانات اللہ تعالیٰ نے ہم پر کیے ہیں، واقع یہ ہے کہ اگر ہمارے جسم کا ذرّہ ذرّہ اور اگر ہماری بیویوں اور ہمارے بچوں کا ذرّہ ذرّہ آروں سے چِیر دیا جائے، تب بھی ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم نے اس کے احسانوں کا کوئی بھی شکریہ ادا کیا ہے۔ مَیں یہ نہیں کہتا کہ مَیں یا تم میں سے سارے اِس مقام پر ہیں۔ مجھ میں بھی کمزوریاں ہیں اور تم میں بھی۔ لیکن سچی بات یہی ہے اور جتنی بات اس کے خلاف ہے وہ یقیناً ہمارے نفس کا دھوکا ہے۔ آج آسمان پر خدا کی فوجوں کی فتح کے نقّارے بج رہے ہیں، آج دنیا کو خدا کی طرف لانے کے سامان کیے جا رہے ہیں، آج خدا کے فرشتے اس کی حمد کے گیت گا رہے ہیں اور ہم بھی اس گیت میں ان فرشتوں کے ہمنوا اور شریک ہیں۔ اگر ہم جسمانی طور پر غمزدہ ہیں اور ہمارے دل زخم خوردہ ہیں تب بھی مومنانہ طور پر ہمارا یہی فرض ہے کہ ہم اپنے رب کی فتح اور اس کے نام کی بلندی کی خوشی میں شریک ہوں تا اس کی بخشش کے مستحق ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے اور ہمارے غموں کو خود ہلکا کرے کہ روح اس کے آستانہ پر جُھکی ہوئی مگر گوشت پوست کا دل دکھ محسوس کرتا ہے۔

اس کے بعد مَیں ایک دوسرا سوال لیتا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ آئندہ نسلوں کو دعا کی تحریک کرنے کے لیے اپنی بیوی کی وفات کے متعلق کچھ اور بھی کہوں۔ لیکن ابھی نہ مَیں خطبہ میں کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں اور نہ قریب ترین عرصہ میں کوئی مضمون لکھنا چاہتا ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلصَّبْرُ لِاَوَّلِ وَهْلَةٍ[3] صبر پہلے پہلے دنوں میں ہی ہوتا ہے۔ رنج اور دکھ کے کلمات ہمیشہ انسان کے مُنہ سے نہیں نکلتے بلکہ صدمہ جب تازہ ہو اُس وقت اُس کے مُنہ سے نکلتے ہیں۔ پس میں نہیں چاہتا کہ اَوَّلِ وَهْلَةٍ میں مَیں کوئی ایسا مضمون لکھوں۔ بے شک مَیں نے اُن کی خوبیاں ہی بیان کرنی ہیں لیکن خوبیاں بیان کرتے

وقت بھی بعض دفعہ ایسا فقرہ انسان کی زبان یا قلم سے نکل جاتا ہے جو رنج کا ہوتا ہے۔ اور گو رنج ایک طبعی چیز ہے، خدا نے اِس سے روکا نہیں مگر پھر بھی مَیں یہی چاہتا ہوں کہ اَوّلِ وَهْلَةٍ میں مَیں خاموش رہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر چالیس دن دعا: دوسرا مضمون جو مَیں آج بیان کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مَیں نے اعلان کیا تھا کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر پر جا کر چالیس دن دعا کروں گا تا کہ اللہ تعالیٰ اسلام کی فتح اور اُس کے غلبہ کا راستہ کھولے اور احمدیت کی اشاعت میں جو روکیں حائل ہیں اُن کو دور فرمائے۔ مَیں نے اِس کی وجہ بھی بتائی تھی کہ حدیثوں سے ثابت ہے کہ شروع شروع میں قبر سے روح کا تعلق زیادہ ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی ایک مقام پر فرمایا ہے کہ ارواح کا تعلق قبور سے ضرور ہوتا ہے۔[4] اسی طرح اولیاء اللہ نے بہت سے کشوف اس بارہ میں بیان کیے ہیں اور انہوں نے لکھا ہے کہ ابتدا میں انسانی رُوح متوحّش ہوتی ہے اور اپنے رشتہ داروں سے جُدا ہونے کا اُسے صدمہ ہوتا ہے اور وہ گھبرائی گھبرائی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ کے بعد وہ ایک مقام پر ٹِک جاتی ہے۔ اگر سعید روح ہو تو اللہ تعالیٰ اُسے جنت کے انعامات سے حصہ دینا شروع کر دیتا ہے اور اگر ناپاک روح ہو تو رفتہ رفتہ اُسے دوزخ کا عذاب شروع ہو جاتا ہے۔ حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسانی روح جب قبر میں داخل ہوتی ہے تو اُسے سخت کرب ہوتا ہے۔ اس کے بعد اُس پر جو حالت بھی وارد ہوتی ہے وہ پہلے کرب سے ادنیٰ ہوتی ہے، زیادہ نہیں ہوتی۔[5] اس کی وجہ سے اُمّتِ محمدیہ کے صلحاء و اولیاء قبروں پر جاتے اور دعائیں کیا کرتے تھے۔ مرنے والے کے لیے بھی، اپنے لیے بھی اور اس کے دوسرے رشتہ داروں اور عزیزوں کے لیے بھی۔ ان دعاؤں سے مرنے والی روح تسلّی پا جاتی ہے اور اس کا توحُّش کم ہو جاتا ہے۔ یہ طریق جو عام طور پر لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ وہ قبر پر قرآن پڑھنے لگ جاتے ہیں، یہ بالکل لغو ہے۔ قرآن پڑھنے کا تو ہم کو ثواب ملے گا مُردے کو اس کا کیا ثواب ہو سکتا ہے۔ اصل چیز یہ ہے کہ انسان جب قبر پر جائے تو میت کے لیے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اُس کی مغفرت کرے، اُس کے

درجات کو بلند فرمائے اور اپنے قرب کے دروازے اُس کے لیے کھولے۔ پس چونکہ اِس قسم کی دعا کی خاطر مَیں نے کچھ دن متواتر اُمِّ طاہر کی قبر پر جانا تھا اس لیے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اِس کے ساتھ ہی اسلام کی فتوحات کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعاؤں کا سلسلہ شروع کر دیا جائے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کیا جائے کہ اے اللہ! تُو نے اِس شخص سے اسلام کی ترقی اور اس کی فتوحات کے متعلق کچھ وعدے کیے تھے۔ یہ شخص اب فوت ہو چکا ہے اور تیرے یہ وعدے بہر حال ہمارے ذریعہ سے ہی پورے ہوں گے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے اندر ہزاروں قسم کی کمزوریاں اور کوتاہیاں پائی جاتی ہیں ہم میں ان کمزوریوں کو دور کرنے کی طاقت نہیں لیکن تُو اگر چاہے تو اِن کمزوریوں کو بڑی آسانی سے دور کر سکتا ہے۔ پس تُو اپنے فضل سے ان کمزوریوں کو دور فرما اور اپنے اِس مامور اور پیارے محبوب سے جو تُو نے وعدے کیے ہوئے ہیں اُن کو پورا کرنے کے سامان پیدا فرما دے۔ ہم کمزوروں کو طاقت بخش، ہم ناتوانوں کو قوت عطا فرما اور ہمارے اندر آپ اپنے فضل سے تغیر پیدا فرما تا کہ ہم دین کا جھنڈا دنیا میں گاڑ سکیں اور کفر کو نابود کر سکیں۔

مَیں نے بتایا تھا کہ دعاؤں میں سے یہ قرآنی دعا بہت اعلیٰ درجہ کی ہے کہ رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ○رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ○ 6 بعض دوستوں نے اس کے متعلق کہا ہے کہ ایسا نہ ہو لوگوں میں اِس سے مشرکانہ خیالات پیدا ہو جائیں اور اصل حقیقت کو نہ سمجھتے ہوئے وہ قبروں سے استدعا کرنے لگ جائیں۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ دنیا میں ایسے جاہل لوگ موجود ہیں جو خیال کرتے ہیں کہ قبروں پر دعا کرنے کے نتیجہ میں صاحبِ قبر اُس دعا کو قبول کر کے انسان پر فضل نازل کیا کرتا ہے۔ مگر کسی کی بدی کی وجہ سے ہم نیکی کو نہیں چھوڑ سکتے۔ دیکھو! رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں خانہ کعبہ میں بُت رکھے ہوئے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حکم دے دیا کہ بیت المقدس کی بجائے کعبہ کی طرف اپنے منہ پھیر لو۔ یہی وجہ ہے کہ یہودی اعتراض کیا کرتے تھے مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا 7 کہ یہ مسلمان

سیدھے طور پر توحید کے ایک مقام کی طرف مُنہ کر کے نمازیں پڑھ رہے تھے اب انہیں کیا ہو گیا کہ وہ ایک ایسے مقام کی طرف مُنہ کر کے نمازیں پڑھنے لگ گئے ہیں جہاں بُت رکھے ہوئے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِس اعتراض کی پروا نہیں کی۔ بے شک مشرکانہ خیالات کو روکنا ایک ضروری چیز ہے۔ مگر ایک فائدہ والی چیز کو بالکل ترک کر دینا، اُس سے کسی حد تک فائدہ نہ اٹھانا اور یہ سمجھنا کہ اِس طرح شرک کے خیالات قوم میں پھیل جائیں گے یہ بھی عقلمندی میں داخل نہیں۔ اگر ایسا ہی ہوتا تو چاہیے تھا کہ جب تک خانہ کعبہ کے تمام بُت توڑ نہ دیئے جاتے اُس وقت تک مسلمانوں کو اُس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نہ دیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُس وقت تک زندہ رہیں گے جب تک کعبہ تمام بُتوں سے صاف نہیں ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ایک دن یہ تمام بت توڑے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں توڑے جائیں گے۔ پس وہ اگر چاہتا تو جس طرح پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف مُنہ کر کے نمازیں پڑھ رہے تھے اُسی طرح بعد میں بھی کچھ عرصہ تک پڑھتے رہتے اور اُس وقت تک خانۂ کعبہ کی طرف مُنہ نہ کرتے جب تک خدا تمام بُتوں کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کر دیتا۔ مگر خدا نے اِس بات کی کوئی پروا نہ کی کہ خانہ کعبہ میں بُت موجود ہیں اور مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ وہ اُس کی طرف مُنہ کر کے نمازیں پڑھا کریں۔ پس بعض لوگوں کی غلطیوں کی وجہ سے کسی اچھے فعل کو ترک نہیں کیا جاسکتا۔ ایسی غلطیاں بعض کمزور لوگوں میں ہمیشہ رہتی ہیں اور وہ منع کرنے کے باوجود بھی باز نہیں آتے۔ دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر کس قدر لعنتیں کی ہیں جو اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے ہیں۔**8** مگر کیا اب مسلمانوں میں وہ لوگ موجود نہیں جو قبروں پر سجدے کرتے اور مُردوں سے دعائیں مانگتے ہیں؟ ان چیزوں کو دیکھ کر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ جو چیزیں ضروری ہیں اُنہیں بھی چھوڑ دیا جائے۔

مجھے بتایا گیا ہے بلکہ پہلے بھی میرے علم میں یہ بات تھی کہ بعض لوگ ہماری جماعت میں ایسے ہیں جو بعض مشرکانہ حرکات کرتے ہیں۔ ہماری جماعت چونکہ ایک دریا کی طرح ہے ایک پانی گزرتا اور اس کی جگہ دوسرا پانی آجاتا ہے یعنی نئے نئے لوگ جماعت میں

شامل ہوتے رہتے ہیں اس لیے کچھ لوگوں کی تربیت ہوتی ہے تو اُن کے معاً بعد کچھ اَور لوگ آجاتے ہیں جو ابھی دین سے ناواقف ہوتے ہیں۔ پھر اُنہیں سمجھانا پڑتا ہے۔ اِس پر کچھ لوگ سمجھ جاتے اور کچھ پھر بھی نہیں سمجھتے۔ اِسی طرح تربیت میں کئی قسم کے نقائص رہ جاتے ہیں۔ مگر ہمارا کام یہی ہے کہ ہم انہیں سمجھائیں اور سمجھاتے چلے جائیں۔ مَیں نے کئی دفعہ سنا ہے کہ بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر جاتے اور وہاں سے تبرک کے طور پر مٹی اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اِسی طرح بعض لوگ قبر پر پُھول ڈال جاتے ہیں اور مَیں نے خود بھی ایک دو دفعہ وہاں پر پُھول پڑے دیکھے ہیں اور اُٹھوائے ہیں۔ یہ سب ناجائز باتیں ہیں، ناپسندیدہ حرکات ہیں اور ہمارا فرض ہے کہ اگر ہم کسی کو ایسا کرتے دیکھیں تو اُسے روکیں۔ مگر اِس کے یہ معنے نہیں کہ جو چیزیں دین سے ثابت ہیں اور ہمارے لیے برکت کا موجب ہیں اُن کو بھی ہم ترک کر دیں۔

جہاں تک قبروں پر جانے کا سوال ہے احادیث سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بارہا قبرستان میں جاتے اور دعائیں کرتے۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں مجھے ایک دفعہ شبہ پیدا ہوا کہ آپ رات کے وقت مجھے چھوڑ کر دوسری بیویوں کے پاس چلے جاتے ہیں۔ وہ کہتی ہیں ایک دفعہ مَیں لیٹی ہوئی تھی۔ مَیں نے دیکھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جُوتیاں اُتاریں اور فرش پر لیٹ گئے۔ مَیں بھی آنکھیں بند کر کے لیٹی رہی اور دل میں مَیں نے سوچا کہ آج دیکھوں گی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہاں جاتے ہیں۔ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میری طرف دیکھتے اور معلوم کرتے کہ مَیں سوئی ہوں یا نہیں۔ اِس سے مجھے اَور شبہ پڑ گیا۔ کچھ دیر کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا کہ مَیں سو گئی ہوں تو آپؐ نے آہستگی سے جُوتیاں پہنیں اور چل پڑے۔ مَیں بھی آپ کے پیچھے چلی مگر مَیں کیا دیکھتی ہوں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم چلتے چلتے مقبرہ میں پہنچ گئے اور وہاں آپ نے دعائیں مانگنی شروع کر دیں۔ مَیں یہ دیکھتے ہی بھاگ کر گھر آگئی کہ کہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو میرا پتہ نہ لگ جائے۔[9]

اس کے علاوہ احادیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور ایک ہزار صحابی آپ کے ساتھ تھا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ آپ اُس وقت اِس قدر روئے کہ ہم نے آپ کو اِتنا روتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کو روتے دیکھ کر سب صحابہؓ اُس دن بے تاب ہو ہو کر روتے تھے۔**10** تو زیارتِ قبور کے لیے انبیاء و اولیاء کا جانا ایک ایسی ثابت شدہ حقیقت ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر کی زیارت کرنے کے لیے صلحاء جاتے اور وہاں جاکر بڑی تضرع اور عاجزی سے دعائیں کیا کرتے۔ حضرت بلالؓ آخری عمر میں شام چلے گئے تھے۔ وہ چونکہ حبشی تھے اِس لیے لوگ اُنہیں رشتہ نہیں دیتے تھے۔ آخر اُنہوں نے شام میں ایک جگہ رشتہ کے متعلق درخواست کی اور کہا کہ میں حبشی ہوں اگر چاہو تو رشتہ نہ دو اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابی سمجھ کر مجھے رشتہ دے دو تو بڑی مہربانی ہوگی۔ انہوں نے رشتہ دے دیا اور وہ شام میں ہی ٹھہر گئے۔ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رؤیا میں اُن کے پاس تشریف لائے اور فرمایا بلال! تم ہم کو بُھول ہی گئے۔ کبھی ہماری قبر کی زیارت کرنے کے لیے نہیں آئے۔ وہ اُسی وقت اُٹھے اور سفر کا سامان تیار کر کے مدینہ تشریف لے گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر پر رو رو کر دعا کی۔ اُس وقت ان کو اِتنی رقت پیدا ہوئی کہ لوگوں میں عام طور پر مشہور ہو گیا کہ بلال آئے ہیں۔ حضرت حسنؓ اور حسینؓ، جو اُس وقت بڑے ہو چکے تھے دوڑے ہوئے آئے اور کہنے لگے تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اذان دیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا ہاں! وہ کہنے لگے ہمیں بھی اپنی اذان سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے اذان دی اور لوگوں نے سنی۔**11**

اِسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیز جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اور سابق بزرگانِ اسلام نے بھی مجدد قرار دیا ہے وہ باقاعدہ سفر کر کے شام سے آتے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر دعا کیا کرتے۔ جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ قبر والے سے دُعا مانگی جائے۔ یہ چیز بے شک ناجائز ہے اور ایسا کرنا شرک ہے۔ جو شخص رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قبر پر جا کر یہ کہتا ہے کہ یا رسولَ اللہ! یہ مجھے دیں۔

یا مرزا غلام احمد! یہ مجھے دیں۔ وہ جاہل اور اسلامی تعلیم سے قطعاً ناواقف ہے۔ اُس نے سمجھا ہی نہیں کہ اسلام کیا چیز ہے۔ اسلام تو کہتا ہے کہ صرف خدا ہی زندہ ہستی ہے باقی سب فوت ہونے والے ہیں۔ پس کسی قبر والے سے دعا مانگنا ہرگز جائز نہیں خواہ وہ نبی ہو یا ولی۔ ہاں یہ ایک قدرتی بات ہے کہ جب صاحبِ مزار کی قبر پر کھڑے ہو کر انسان دعا مانگتا ہے تو اُس تعلق کی وجہ سے جو اُسے صاحبِ قبر سے ہوتا ہے۔ اُس کے دل میں زیادہ رقّت پیدا ہوتی ہے اُس کے دل میں زیادہ جوش پیدا ہوتا ہے اور اِس رقت اور جوش سے فائدہ اٹھا کر وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کو زیادہ بھڑکا سکتا ہے۔ پس یہ فائدہ ہے جو قبر پر دعا کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے ورنہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ قبر میں جو دفن تھا وہ مٹی ہو چکا اور اُس کا جسم فنا ہو گیا۔ اُس سے کچھ مانگنا انتہائی حماقت اور پاگل پن ہے۔

مَیں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ نبیوں کے جسم محفوظ رہتے ہیں۔ جو چیز مٹی سے بنی ہوئی ہے میرے نزدیک وہ بہر حال مٹی ہو جاتی ہے خواہ وہ نبیوں کا جسم ہی کیوں نہ ہو۔ بائبل میں صاف لکھا ہے کہ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام کی ہڈیاں مصر سے کنعان میں لائی گئی تھیں۔**12** پس مَیں عوام الناس کے اِس خیال کا قائل نہیں کہ نبیوں کے جسموں کو مٹی نہیں کھاتی۔ میرے نزدیک یہ بالکل لغو خیال ہے۔ آخر نبی بوڑھے ہوتے ہیں یا نہیں؟ بیماری آئے تو اس سے کمزور ہوتے ہیں یا نہیں؟ جب وہ عام انسانوں کی طرح بوڑھے ہوتے ہیں، کمزور ہوتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں تو کیا دلیل ہے کہ مٹی اُن کے جسم کو نہیں کھا سکتی۔ پس یہ ایک غلط خیال ہے جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے۔ مگر بہر حال یہ امر انسانی فطرت میں داخل ہے کہ جب وہ اُس جگہ جاتا ہے جہاں اُس کا محبوب اور پیارا مدفون ہوتا ہے تو اُس پر زیادہ رقّت طاری ہوتی ہے اور وہ زیادہ جوش اور زیادہ گریہ و زاری سے خدا سے دعائیں کرتا ہے کہ الٰہی! تُو اُن وعدوں کو پورا فرما جو تُو نے اِس شخص سے کیے تھے۔

دوسرے جس جگہ اللہ تعالیٰ کے نبی دفن ہوں خواہ اُن کے جسم مٹی ہو گئے ہوں پھر بھی اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ ان مقامات پر اپنی برکتیں نازل کرتا ہے اور ان مقامات کی ہتک کرنے والوں کو اپنے عذاب کا نشانہ بناتا ہے۔ دیکھ لو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

فوت ہوئے تیرہ سو سال ہو چکے ہیں۔ میرا عقیدہ جسے مَیں نے ابھی بیان کیا ہے یہ ہے کہ انبیاء کے جسم بھی اُسی طرح مٹی ہو جاتے ہیں جس طرح باقی لوگوں کے جسم۔ البتہ بعض زمینیں اِس قسم کی ہوتی ہیں کہ اُن میں جو مُردے دفن ہوں اُن کے جسم ایک لمبے عرصہ تک محفوظ رہتے ہیں۔ چنانچہ بعض مقامات سے کئی کئی سو سال کی پرانی نعشیں نکلی ہیں اور وہ بالکل سلامت ہیں۔ لیکن اِس میں مومن اور کافر یا ایک نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہیں۔ ایسی زمین میں اگر ایک کافر دفن ہو گا تو اُس کا جسم بھی محفوظ ہو گا اور اگر ایک نبی دفن ہو گا تو اُس کا جسم بھی محفوظ ہو گا۔ پس میرے اِس عقیدہ کے مطابق اگر اُس مٹی کی جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دفن ہیں کوئی ایسی تاثیر نہیں ہے جس کی بناء پر وہ اجسام کو محفوظ رکھ سکے تو تیرہ سو سال کے بعد جہاں تک رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسم کا تعلق ہے وہ متغیر ہو چکا ہو گا۔ لیکن اگر کوئی دشمن یہ چاہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر کو اکھیڑے تو کیا تم سمجھتے ہو خدا تعالیٰ کا عذاب اُس پر نازل نہیں ہو گا؟ اور کیا تم سمجھتے ہو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اُس کے ہاتھ کو نہیں روکیں گے؟ فرض کرو وہ مٹی کا ایک ڈھیر ہو تو بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب اس ڈھیر کو کھودنے کا ارادہ کرنے والے پر نازل ہو گا۔ اِسی لیے کہ گو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جسمِ اطہر اب دوسری صورت میں تبدیل ہو چکا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اس مقام کو اپنی برکات کے نزول کے لیے مخصوص فرما دیا ہے اور اب اُس مقام پر حملہ کرنا اللہ تعالیٰ کی غیرت کو بھڑکانا اور اُس کے عذاب کو حرکت میں لانا ہے۔ اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"۔ **13** اِس الہام سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء کے جسم کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیزوں میں اللہ تعالیٰ اپنی برکات رکھ دیتا ہے۔ اگر قبر پر جانے سے اللہ تعالیٰ کی برکت سے حصہ نہیں مل سکتا تو کپڑوں سے کس طرح برکت ڈھونڈی جا سکتی ہے۔ اِس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نشان نمائی کے لیے نبیوں سے تعلق رکھنے والی ہر چیز میں برکت رکھ دیتا ہے اور لوگوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ان برکات کو حاصل کریں۔ پس ان برکات سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے بھی اِس کی

تصدیق ہوتی ہے۔ اخبار "بدر" میں بھی چھپا ہوا موجود ہے اور مجھے بھی اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ دہلی تشریف لے گئے تو آپ مختلف اَولیاء کی قبروں پر دُعا کرنے کے لیے گئے۔ چنانچہ خواجہ باقی باللہ صاحب، حضرت قطب صاحب، خواجہ نظام الدین صاحب اولیاء، شاہ ولی اللہ صاحب، حضرت خواجہ میر درد صاحب اور نصیر الدین صاحب چراغ کے مزارات پر آپ نے دعا فرمائی۔ اُس وقت آپ نے جو کچھ فرمایا وہ جہاں تک مجھے یاد ہے گو ڈائری اس طرح چھپی ہوئی نہیں یہ ہے کہ دلّی والوں کے دل مُردہ ہو چکے ہیں۔ ہم نے چاہا کہ اُن وفات یافتہ اولیاء کی قبروں پر جا کر اُن کے لیے، اُن کی اولادوں کے لیے اور خود دہلی والوں کے لیے دعائیں کریں تا کہ ان کی روحوں میں جوش پیدا ہو اور وہ بھی ان لوگوں کی ہدایت کے لیے دعائیں کریں۔ ڈائری میں صرف اِس قدر چھپا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہم نے قبروں پر اُن کے لیے بھی دعا کی ہے اور اپنے لئے بھی دعا کی ہے اور بعض امور کے لیے بھی دعا کی ہے۔**14** اب دیکھو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خالی ان لوگوں کے لیے دعا نہیں کی۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قبر پر جا کر صرف مرنے والے کے لیے دعا کرنی چاہیے اُن کا اِس ڈائری سے ردّ ہوتا ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ہم نے ان کے لیے بھی دعا کی اور اپنے لیے بھی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقاصد میں کامیاب فرمائے اور اَور کئی امور کے لیے بھی۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ڈائری ہے جو "بدر" میں چھپی ہوئی موجود ہے۔

اِسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تذکرۃ الشہادتین میں تحریر فرماتے ہیں کہ میرا ارادہ تھا گورداسپور ایک مقدمہ پر جانے سے پیشتر اِس کتاب کو مکمل کر لوں اور اِسے اپنے ساتھ لے جاؤں۔ مگر مجھے شدید دردِ گُردہ ہو گیا اور مَیں نے سمجھا کہ یہ کام نہیں ہو سکے گا۔ اُس وقت مَیں نے اپنے گھر والوں یعنی حضرت اماں جان سے کہا کہ مَیں دُعا کرتا ہوں آپ آمین کہتی جائیں۔ چنانچہ اُس وقت مَیں نے صاحبزادہ مولوی عبد اللطیف صاحب شہید کی روح کو سامنے رکھ کر دُعا کی کہ الٰہی! اِس شخص نے تیرے لیے قربانی کی ہے اور مَیں اِس کی عزت کے لیے یہ کتاب لکھنا چاہتا ہوں تُو اپنے فضل سے مجھے صحت عطا فرما۔ چنانچہ آپ

فرماتے ہیں۔"قسم ہے مجھے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ابھی صبح کے چھ نہیں بجے تھے کہ میں بالکل تندرست ہو گیا اور اُسی روز نصف کے قریب کتاب کو لکھ لیا"۔**15**

اب دیکھ لو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقدمہ پر جا رہے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ اُس سے پیشتر کتاب مکمل ہو جائے مگر آپ سخت بیمار ہو گئے۔ اِس پر آپ نے حضرت شہید مرحوم کی روح کو جو آپ کے خادموں میں سے ایک خادم تھے اپنے سامنے رکھ کر دُعا کی کہ الٰہی! اِس کی خدمت اور قربانی کو دیکھتے ہوئے مَیں نے یہ کتاب لکھنی چاہی تھی۔ تُو مجھے اپنے فضل سے صحت عطا فرما۔ اور پھر خدا نے آپ کی اس دعا کو قبول فرما لیا۔ چنانچہ آپ نے اِس واقعہ کا ہیڈنگ ہی یہ رکھا ہے کہ "ایک جدید کرامت مولوی عبداللطیف صاحب مرحوم کی"۔ پس یہ چیزیں صلحاء اور اتقیاء کے طریق سے ثابت ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اِس رنگ میں کئی بار دعائیں فرمائی ہیں۔ جو چیز منع ہے وہ یہ ہے کہ مُردہ کے متعلق یہ خیال کیا جائے کہ وہ ہمیں کوئی چیز دے گا۔ یہ امر صریح ناجائز ہے اور اسلام اسے حرام قرار دیتا ہے۔

باقی رہا اِس کا یہ حصہ کہ ایسے مقامات پر جانے سے رقّت پیدا ہوتی ہے یا یہ حصہ کہ انسان اُن وعدوں کو یاد دلا کر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے کیے ہوں دعا کرے کہ الٰہی! اب ہمارے وجود میں تُو ان وعدوں کو پورا فرما۔ یہ نہ صرف ناجائز نہیں بلکہ ایک روحانی حقیقت ہے اور مومن کا فرض ہے کہ وہ برکت کے ایسے مقامات سے فائدہ اُٹھائے۔ مثلاً جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مزار پر دعا کے لیے جائیں تو ہم اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ الٰہی! یہ وہ شخص ہے جس کے ساتھ تیرا یہ وعدہ تھا کہ مَیں اِس کے ذریعہ اِسلام کو زندہ کروں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ مَیں اِس کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ اسلام کی فتح مَیں اِس کے ہاتھ پر مقدر کروں گا۔ تیرا وعدہ تھا کہ شیطان اِس کے ہاتھ سے آخری شکست کھائے گا۔ اے ہمارے ربّ! یہ تیرے وعدے اِس شخص سے تھے جو اَب مٹی کے ڈھیر تلے مدفون ہے اور اب اِن وعدوں کا پورا کرنا ہمارے ہی ذمہ ہے۔

پس اے خدا! ہم تجھ سے ان وعدوں کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ ہم ان کاموں کے کرنے کی طاقت نہیں رکھتے، ہم کمزور ہیں، ناطاقت ہیں، گنہگار ہیں اور خطاکار ہیں، جماعت میں ابھی اتنی قربانی کا مادہ اور اس قدر فدائیت نہیں پائی جاتی جس قدر قربانی اور فدائیت اِن عظیم الشان کامیابیوں کے لیے ضروری ہے۔ تُو اپنے فضل سے آسمان سے فرشتے نازل فرما، تُو ہمارے قلوب کو صیقل فرما، تُو آسمانی انوار سے ہمارے دل اور دماغ کو روشن فرما، تُو ہم کو ایمان بخش اور ان لوگوں کو بھی ایمان بخش جو کروڑوں کی تعداد میں دنیا میں پائے جاتے ہیں، تُو ہم کو سلسلہ پر استقامت عطا فرما اور اُن لوگوں کو بھی سلسلہ میں داخل فرما جو کروڑوں کی تعداد میں ابھی اِس سلسلہ کے نام سے بھی ناآشنا ہیں۔ تُو اسلام کی فتح کا دن قریب سے قریب تر لا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی بادشاہت کو دنیا میں قائم فرمادے۔ یہ دعا اگر کی جائے تو بتاؤ اِس میں کونسا شرک ہے۔ یہ تو وہ خدا کا فیصلہ ہے جو وہ آسمان پر کرچکا۔ اب ہم چاہتے ہیں کہ یہ فیصلہ زمین پر بھی نافذ ہو۔ پس ہمارا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کے لیے جانا صرف اِس لیے ہے کہ وہ نزولِ برکات کا مقام ہے اور اس لیے ہے کہ وہاں رقت زیادہ پیدا ہوتی ہے اور اس طرح ہم آسانی سے خدا تعالیٰ کی غیرت کو بھڑکا سکتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر یہ انکشاف فرمایا ہے کہ مَیں ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ لڑکا ہوں جس کی نسبت آپ کو یہ خبر دی گئی تھی کہ اسلام کی فتوحات اِس کے ہاتھ پر ہوں گی تو اِس کے بعد میرے لیے ضروری تھا کہ مَیں اسلام کی فتح کے لیے کوئی روحانی قدم اُٹھاتا۔ مَیں دیکھتا ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے متعلق جو پیشگوئیاں فرمائی ہیں اُن میں سے اکثر پوری ہو چکی ہیں اور واقع یہ ہے کہ مجھے کوئی ایسی خبر نہیں ملی جس کی بناء پر مَیں کہہ سکوں کہ میری زندگی ابھی بہت باقی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ **16** اللہ تعالیٰ تجھے قتل سے محفوظ رکھے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی خدا تعالیٰ نے یہ الہام کیا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ فریمیسن ترے قتل پر مسلّط نہیں کیے جائیں گے۔ **17** مگر میرے ساتھ خدا تعالیٰ کا ایسا کوئی وعدہ نہیں۔ مجھ سے خدا تعالیٰ کا جو وعدہ ہے وہ فقط یہ ہے

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ تیرے ماننے والے قیامت تک تیرے منکروں پر غالب رہیں گے۔ پس یہ وعدہ ہے جو خدا تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا۔ اگر مَیں آج ہی مر جاؤں تب بھی مَیں اِس الہام کے سچا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں کروں گا۔ اگر مَیں آج ہی قتل ہو جاؤں تو بھی مجھے کوئی شبہ نہیں ہو گا کہ میرے ساتھ خدا کا یہ وعدہ ہے کہ میرے ماننے والے ہمیشہ میرے منکروں پر غالب رہیں گے۔ ہاں اگر کبھی یہ ثابت ہو جائے کہ میرے ماننے والے مغلوب ہو گئے ہیں اور انکار کرنے والے غالب آ گئے ہیں تب بے شک تم سمجھ لو کہ مَیں نے خدا پر افترا کیا اور جھوٹ بولا۔ **لیکن ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں مگر جو میرے ہاتھ پر بیعت کرنے والے ہیں وہ میرے منکروں سے کبھی مغلوب نہیں ہو سکتے۔ خدا اُن کو اُن کے مخالفوں پر قیامت تک غالب رکھے گا"۔**

اس موقع پر کسی شخص نے بلند آواز سے نعرۂ تکبیر لگانا چاہا۔ جس پر حضور نے اظہارِ ناراضگی کرتے ہوئے فرمایا۔

"جمعہ میں بولنا منع ہے۔ خبردار! کوئی شخص نعرہ مت لگائے۔ معلوم نہیں احرار نے یہ کیسی گندی عادت لوگوں میں پیدا کر دی ہے۔ ہمیں تو دوسرے مواقع پر بھی ایسا نہیں کرنا چاہیے، کُجا یہ کہ جمعہ کا دن ہو اور خطبہ کی حالت میں نعرۂ تکبیر بلند کیا جائے۔ یاد رکھو خطبہ عبادت کا حصہ ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے جمعہ کی نماز کی دو رکعتیں رکھی ہیں۔ باقی دو رکعتوں کی جگہ خطبہ رکھ دیا۔ پس خطبہ بھی عبادت کا ایک حصہ ہوتا ہے اور اس میں بولنا جائز نہیں ہوتا۔ پھر یہ بھی تو سوچو کہ اگر اس طرح جوش اپنے سینوں سے نکال دیا جائے تو دل سرد ہو جاتا ہے۔ حالانکہ انسان کو اپنے دل میں محبت کی ایسی آگ سلگانی چاہیے جو اُسے خدا کے قریب کر دے۔

تو مَیں جس چیز پر قائم ہوں اُس کو دیکھتے ہوئے میرے دل میں قدرتاً درد پیدا ہوتا ہے کہ معلوم نہیں میری کتنی زندگی ہے اور کب اسلام کی فتح کا دن آنے والا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے اسلامی علوم کی ایک بہت بڑی بنیاد قائم کر دی ہے اور میرے لیکچروں اور میری کتابوں میں بہت سے علم پائے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی میں نے ان

چالیس روزہ دعاؤں کا آغاز کر دیا تا کہ اگر میری زندگی تھوڑی ہو تو مَیں ان دعاؤں کے ذریعہ بھی اسلام کی ترقی اور دین کی فتح کی ایک عظیم الشان بنیاد رکھ دوں تا کہ خدا کا منشاء جلد سے جلد اور مکمل طور پر دنیا میں ظاہر ہو۔

مسجد مبارک کی توسیع کے سلسلہ میں نہایت شاندار اخلاص کا نمونہ: تیسری بات مَیں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مَیں نے پرسوں مغرب کے بعد مسجد مبارک میں قادیان کے دوستوں کو توجہ دلائی تھی کہ اس مسجد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ الہام ہے مُبَارِكٌ وَّ مُبَارَكٌ وَ كُلُّ اَمْرٍ مُبَارَكٍ يُّجْعَلُ فِيْهِ[18] کہ یہ مسجد لوگوں کو برکت دینے والی ہے، یہ مسجد برکت کے نزول کا مقام ہے اور جو کام بھی اِس مسجد میں کیا جائے گا وہ بابرکت ہو گا۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِس الہام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا تھا کہ دوستوں کو چاہیے کہ وہ کم سے کم ایک نماز روزانہ اس مسجد میں پڑھا کریں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے اِس توجہ دلانے کا یہ نتیجہ ہوا کہ لوگ بڑی کثرت سے وہاں نمازیں پڑھنے کے لیے آنے لگ گئے اور مَیں جماعت پر یہ فضل اُس دن سے نازل ہوتا محسوس کر رہا ہوں جب سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ انکشاف فرمایا۔ حالانکہ وہی مَیں ہوں وہی تم ہو۔ لیکن جس دن سے یہ انکشاف ہوا ہے جماعت کے قلوب میں ایسا تغیر پیدا ہو رہا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنہیں ایک نئی زندگی حاصل ہو گئی ہے۔ چنانچہ اِدھر مَیں نے یہ تحریک کی اور اُدھر جماعت میں ایک ایسی بیداری پیدا ہو گئی کہ سینکڑوں لوگ مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کے لیے آنے لگ گئے۔ لوگ شکوہ کیا کرتے ہیں کہ مولوی سید سرور شاہ صاحب چونکہ لمبی نماز پڑھایا کرتے ہیں اس لیے لوگ اس مسجد کی بجائے دوسری مساجد میں نمازیں پڑھتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لوگوں کی یہ شکایت درست ہے۔ مَیں نے خود مولوی صاحب کو کئی دفعہ کہلوایا ہے کہ وہ نماز بہت لمبی نہ پڑھایا کریں۔ لیکن یہ تو درست نہیں کہ اگر کوئی امام لمبی نماز پڑھائے تو ہم اُس مسجد میں نماز پڑھنا ہی چھوڑ دیں جسے خدا نے برکت کا مقام قرار دیا ہے۔ نماز تو خدا تعالیٰ کی عبادت کا نام ہے اور عبادت ٹکریں مارنے سے نہیں ہوتی بلکہ آہستہ آہستہ نماز کے ارکان ادا کرنے اور خشوع و خضوع کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے

دعائیں کرنے کے ساتھ مکمل ہوتی ہے۔ پس اُن کو بھی اپنی عادت بدلنی چاہیے اور تم کو بھی اپنی عادت بدلنی چاہیے۔ اُن کو یہ عادت ڈالنی چاہیے کہ وہ ہلکی نماز پڑھائیں اور تم کو یہ عادت ڈالنی چاہیے کہ تم لمبی نمازیں پڑھو۔ بہر حال گزشتہ سال کا اکثر حصّہ چونکہ مَیں باہر رہا ہوں، پہلے بیماری کی وجہ سے پہاڑ پر رہا اور پھر قادیان میں بھی آیا تو اپنی بیماری کی وجہ سے گھر پر ہی نمازیں پڑھتا رہا اور نماز کے لیے مسجد میں نہ آسکا اور جلد ہی اُمِّ طاہر کی بیماری کی وجہ سے لاہور چلا گیا اِس لیے اکثر ایام میں مولوی صاحب ہی نمازیں پڑھاتے رہے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اِس وجہ سے عام طور پر لوگ مسجد مبارک میں نماز پڑھنے کے لیے نہیں آتے مگر مَیں نے بتایا ہے کہ یہ غلط طریق ہے۔ جہاں مولوی صاحب کا فرض ہے کہ وہ نسبتاً ہلکی نماز پڑھایا کریں کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتنی لمبی نماز پڑھانا کہ جس سے لوگ متنفر ہو جائیں ناپسند فرمایا ہے۔**19** اِس کے ساتھ ہی دوستوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اپنی حالت کو بدلیں اور جلدی جلدی نماز پڑھنے کی بجائے ٹھہر ٹھہر کر اور خشوع و خضوع کے ساتھ نمازیں پڑھنے کی عادت ڈالیں۔ مسجد اقصیٰ چونکہ میرے بالکل قریب ہے اور یہاں کی نماز کی آواز میرے کان میں آتی رہتی ہے اس لیے مَیں اپنے اندازے کے مطابق کہہ سکتا ہوں کہ مسجد اقصیٰ کی نماز حدِّ مناسب سے چھوٹی ہوتی ہے۔ اِتنی چھوٹی اور ہلکی نماز پڑھانا بھی اچھا نہیں ہوتا۔ مسجد اقصیٰ والوں کو چاہیے کہ وہ اپنی نماز کو ذرا لمبا کر دیں اور خشوع و خضوع اور آہستگی کے ساتھ نماز کے ارکان ادا کیا کریں۔ مَیں دیکھتا ہوں کہ جب امام اَللّٰہُ اَکْبَر کہہ کر سجدہ کو جاتا ہے تو لوگوں کے گُھٹنے کھٹ کھٹ کر کے زمین پر لگنے شروع ہو جاتے ہیں حالانکہ نماز کی تمام حرکات میں وقار اور آہستگی چاہیے۔ اِس قسم کی جلدی بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم نماز پڑھو تو آہستگی اور وقار سے نماز ادا کرو۔ آہستگی اور اطمینان سے اس کے ارکان ادا کرو۔ اُٹھو تو آہستگی سے اٹھو، جھکو تو آہستگی سے جھکو۔**20** یہ نماز کی روح ہے جو پیدا کرنی چاہیے۔ جو شخص اس طرح نماز نہیں پڑھتا اُس کے دل میں درد اور تضرع پیدا نہیں ہو سکتا۔

بہر حال مَیں دیکھتا ہوں کہ اب سینکڑوں لوگوں نے مسجد مبارک میں نماز

پڑھنے کے لیے آنا شروع کر دیا ہے۔ اور یا تو مسجد کی دو تین صفیں ہی پُر ہوتی تھیں باقی مسجد خالی پڑی رہتی تھی اور یا اب مسجد کا نچلا حصہ بھی پُر ہو جاتا ہے، چھت بھی بھر جاتی ہے اور گلیوں میں کھڑے ہو کر لوگوں کو نمازیں پڑھنی پڑتی ہیں۔ یہ خدا کا کتنا بڑا فضل ہے جو ہم پر نازل ہوا کہ یا تو ہم کہا کرتے تھے کہ ہم مسجد کو پُر کس طرح کریں کافی تعداد میں لوگ یہاں نماز پڑھنے کے لیے آتے ہی نہیں اور یا پرسوں رات سے ہی جبکہ مَیں نے اِس طرف توجہ دلائی لوگوں کے قلوب میں ایسا تغیر پیدا ہوا اور اُنہوں نے اتنی کثرت سے مسجد میں آنا شروع کر دیا کہ اب مسجد نمازیوں کے لیے بالکل ناکافی معلوم ہوتی ہے۔ ہم نے مسجد مبارک کی توسیع کے لیے دیر سے اُس کے ساتھ ہی ایک جگہ لے رکھی تھی۔ مگر اُس کو بڑھانے کا خیال نہیں آتا تھا۔ کیونکہ جب پہلے ہی مسجد خالی رہتی ہو تو اُسے اور کس طرح بڑھایا جاسکتا تھا۔ مگر جب اِس تحریک کے نتیجہ میں لوگوں نے اِتنی کثرت سے وہاں نماز کے لیے آنا شروع کر دیا کہ نمازیوں کے لیے گنجائش نہ رہی تو کل عصر کے وقت مَیں نے اِس کا ذکر کیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ ہمیں مسجد مبارک کی توسیع کرنی چاہیے۔ اِس کا اثر یہ ہوا کہ شام کی نماز کے بعد جب مَیں بیٹھا تو مَیں نے بعض ایسے دوستوں کا نام لکھوانا شروع کر دیا جنہوں نے اِس غرض کے لیے مجھے چندہ دیا ہوا تھا۔ اِس پر دوسرے دوستوں نے بھی اُسی وقت چندہ دینا شروع کر دیا اور بعض نے وعدے لکھوانے شروع کر دیئے اور اِس اخلاص سے چندے دیئے اور وعدے لکھوانے شروع کیے کہ نماز مغرب میں شامل ہونے والے نمازیوں سے ہی اندازہ کی رقم پوری ہو گئی۔ ہمارا اندازہ مسجد کی زیادتی کے خرچ کا دس ہزار روپیہ کا تھا۔ مگر اب تک خدا تعالیٰ کے فضل سے پندرہ ہزار روپے کے وعدے ہو چکے ہیں☆ اور ان میں سے سات ہزار روپیہ تو نقد وصول ہو چکا ہے۔ باقی روپیہ بھی اُمید ہے اَور دو چار دنوں میں دوستوں کی طرف سے مل جائے گا۔☆☆ یہ کیسا شاندار اخلاص کا نمونہ ہے جو ہماری جماعت نے دکھایا۔ دنیا میں آج کونسی جماعت ہے جو

☆ آج ہفتہ کی شام تک سترہ ہزار سے زائد کے وعدے ہو چکے ہیں۔

☆☆ آج ہفتہ کی شام تک دس ہزار سے اوپر نقد آ چکا ہے۔

دین کی خدمت کے لیے ایسا نمونہ دکھا رہی ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ قادیان میں لوگ بیٹھے ہیں جو مجاور ہیں اور جن کا کام روٹیاں کھانا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ جو قربانی یہ ایک چھوٹی سی جماعت کر رہی ہے جس کے افراد کو مجاور کہا جاتا ہے اس کی مثال آج دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی۔ مَیں جانتا ہوں کہ دنیا میں کروڑ پتی نہیں ارب پتی لوگ بھی موجود ہیں اور وہ اگر چاہیں تو ایک ایک موقع پر بیس بیس، تیس تیس ہزار بلکہ بعض دفعہ لاکھ لاکھ روپیہ دے دیتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ یہاں کن لوگوں کی جیبوں سے یہ چندہ نکلتا ہے۔ جن لوگوں کی جیبوں سے یہ چندہ نکلتا ہے وہ کروڑ یا ارب پتی نہیں بلکہ نہایت غریب لوگ ہیں اور ان کے گزارے بہت معمولی اور ادنیٰ ہیں۔ مگر دین کے لیے جس قربانی اور فدائیت کا وہ ثبوت دے رہے ہیں وہ یقیناً ایک بے مثال بات ہے۔ مَیں جانتا ہوں مسلمانوں میں بڑے بڑے جلسے ہوتے ہیں اور مسلمان لیڈر چندہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں مگر انہیں سوائے ناکامی کے اَور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

مجھے ایک دفعہ سر سکندر حیات خان مرحوم اور سر فیروز خان نون کا تار ملا کہ سائمن کمیشن کی رپورٹ پر ہم نے بحث کرنی ہے۔ آپ بھی شملہ اس غرض سے آئیں۔ چنانچہ مَیں شملہ چلا گیا۔ جو جلسہ اس غرض کے لیے منعقد ہوا اُس میں یہ تجویز پیش ہوئی کہ اس غرض کے لیے مسلمانوں کو منظّم کیا جائے۔ اُس وقت جس قدر مسلمان لیڈر موجود تھے انہوں نے کہا اِس میں بڑی مشکل بات یہ ہے کہ ہمارے پاس فنڈز موجود نہیں ہیں اور اس کام کے لیے روپے کی ضرورت ہے۔ مَیں نے کہا آپ لوگ اندازہ لگائیں کہ آپ کس قدر روپے میں یہ کام کر سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اس کام کے لیے ہمیں دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے۔ مَیں اُن کی یہ بات سن کر حیران رہ گیا کہ یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں کہ دو ہزار روپیہ سے یہ عظیم کام ہو جائے گا۔ مَیں نے اِس غلطی کی طرف اُن کو توجہ دلائی تو انہوں نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں اِس وقت ایسی بدظنی کی لہر دَوڑ رہی ہے کہ لوگ چندہ دیتے ہی نہیں۔ مَیں نے کہا کہ اِس غرض کے لیے لاکھوں روپے کی ضرورت ہے۔ اگر کام کرنا ہے تو ضرورت کے مطابق آپ لوگ روپیہ جمع کریں اور اِس کی یہ صورت ہے کہ ہر صوبے کے ذمے

پچاس پچاس ہزار کی رقم ڈال دیں۔ مَیں پنجاب کا ذمہ لیتا ہوں۔ گو لوگ ہمارے مخالف ہیں مگر یہ رقم پنجاب سے جمع کر دینے کا مَیں ذمہ لیتا ہوں۔ بہرحال آپ کو یہ رقم مَیں جمع کر دوں گا۔ اِس پر ایک کمیٹی مقرر کی گئی جس میں مجھے بھی ممبر بنایا گیا۔ مَیں نے اس کمیٹی کے اجلاس میں مختلف ممبروں پر زور دے کر اُن سے رقوم لکھوائیں اور صرف اس کمیٹی کے ممبروں سے گیارہ ہزار سے زائد کے وعدے لکھوا دیئے۔ مگر لوگوں کے ڈر سے انہوں نے میری تجویز کو قبول نہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو ہزار مجھ سے ان کو وصول ہوا اور پانچ سو سر فیروز خاں صاحب سے۔ باقی چندہ انہوں نے وصول ہی نہ کیا بلکہ ایک دوسرے کو چندہ دینے سے روکتے رہے۔

لیکن اِس کے برخلاف میں دیکھتا ہوں کہ یہاں مَیں عصر کی نماز میں اس کا ذکر کرتا ہوں اور عشاء کی نماز تک ہمیں اپنے اندازہ سے بھی زیادہ رقم وصول ہو جاتی ہے۔ باہر کی جماعتوں کو بے شک اِس سے صدمہ ہو گا کہ اُنہیں اِس تحریک میں حصہ لینے کا موقع نہیں ملا۔ لیکن اس مسجد اقصیٰ کو دیکھو کہ اب یہ بھی تنگ ہو رہی ہے۔ کس طرح ایک ایک قدم اٹھا کر ہم نے اس مسجد کو بڑھایا۔ مگر حالت یہ ہے کہ اب پھر یہ مسجد خدا کے فضل سے تنگ ہو رہی ہے۔ اس مسجد کے ایک طرف پہلے عورتیں بیٹھا کرتی تھیں۔ ان بیچاریوں نے اس جگہ کے لیے چندہ بھی دیا تھا مگر ہم نے ان کو نکال دیا۔ اب مرد اس جگہ نماز پڑھتے ہیں اور عورتیں ہمارے گھر میں نماز پڑھتی ہیں۔ تو باہر کی جماعتوں کو فکر نہیں کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے لیے نیکی کے میدان میں آگے بڑھنے کے اَور کئی سامان پیدا کر دے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ قادیان کی آبادی بیاس تک پھیل گئی ہے۔**21** مَیں اس رؤیا سے یہ سمجھا کرتا ہوں کہ قادیان کی آبادی دس بارہ لاکھ کی ضرور ہو گی۔ اور اگر دس بارہ لاکھ کی آبادی ہو تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ چار لاکھ لوگ جمعہ پڑھنے کے لیے آیا کریں گے۔ پس میرے نزدیک یہ مسجد بہت بڑھے گی بلکہ ہمیں اِس قدر بڑھانی پڑے گی کہ چار لاکھ نمازی اِس مسجد میں آسکیں۔ اس غرض کے لیے اسے چاروں طرف بڑھایا جاسکتا ہے۔ اِس وقت بھی جس جگہ کھڑے ہو کر مَیں یہ خطبہ پڑھ رہا ہوں یہ اُس حصہ سے

باہر ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں تھا۔ وہ مسجد اِس موجودہ مسجد کا غالباً دسواں حصہ ہوگی۔ تو دیکھو اللہ تعالیٰ کا یہ کتنا بڑا فضل ہے کہ لوگوں کی مسجدیں خالی پڑی رہتی ہیں اور ہم اپنی مساجد کو بڑھاتے ہیں تو وہ اَور تنگ ہو جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جگہ نہیں ملتی۔

مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں صرف ایک ہی فعل مجھ سے ایسا ہوا جس سے مَیں سخت ڈرا۔ اس میں میری ہی غلطی تھی اور مَیں فوری طور پر پکڑا گیا۔ لیکن مَیں خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ میری جلد ہی بریت ہوگئی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گُردہ میں درد تھا اور آپ جمعہ پڑھنے کے لیے تشریف نہ لاسکے۔ میری اُس وقت پندرہ سولہ سال کی عمر تھی۔ مَیں جمعہ کی نماز پڑھنے کے لیے گھر سے نکلا اور مسجد کو آنے لگا۔ جب مَیں موڑ تک پہنچا تو ایک احمدی دوست مجھے ملے جو واپس جارہے تھے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ آپ واپس کیوں جارہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ مسجد میں بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ میری جو شامت آئی تو بغیر اِس کے کہ مَیں آگے بڑھ کر تحقیق کرلیتا کہ آیا واقع میں مسجد لوگوں سے بھری ہوئی ہے یا نہیں اور وہاں کھڑے ہونے یا بیٹھنے کی جگہ ہے یا یہ شخص یونہی کہہ رہا ہے، وہاں سے واپس چلا گیا اور ظہر کی نماز گھر میں پڑھنی شروع کردی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ مَیں چھوٹی عمر سے ہی نمازوں کا پابند ہوں اور مَیں نے آج تک ایک نماز بھی کبھی ضائع نہیں کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے کبھی یہ دریافت نہیں فرمایا کرتے تھے کہ تم نے نماز پڑھی ہے یا نہیں پڑھی۔ مجھے یاد ہے جب مَیں گیارھویں سال میں تھا تو ایک دن میں نے ضحیٰ یا اشراق کے وقت وضو کرکے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوٹ پہنا اور خدا تعالیٰ کے حضور میں خوب رویا اور مَیں نے عہد کیا کہ مَیں آئندہ نماز کبھی نہیں چھوڑوں گا۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس عہد اور اقرار کے بعد مَیں نے کبھی کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ لیکن پھر بھی چونکہ مَیں بچہ تھا اور بچپن میں کھیل کُود کی وجہ سے بعض دفعہ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں سُستی ہو جاتی ہے اس لیے ایک دفعہ کسی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس میری شکایت کی کہ آپ اسے

سمجھائیں۔ یہ نماز باجماعت پوری پابندی سے ادا کیا کرے۔ میر محمد اسحٰق صاحب مجھ سے دو سال چھوٹے ہیں اور بچپن میں چونکہ ہم اکٹھے کھیلا کرتے تھے اور ہمارے نانا جان میر ناصر نواب صاحب کی طبیعت بہت تیز تھی اس لیے وہ میر محمد اسحاق صاحب کو ناراض ہوا کرتے تھے اور سختی سے انہیں نماز پڑھنے کے لیے کہا کرتے تھے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس کسی نے میرے متعلق یہ شکایت کی تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ایک تو میر صاحب کی نماز پڑھتا ہے۔ اب مَیں نہیں چاہتا کہ دوسرا میری نماز پڑھے۔ مَیں یہی چاہتا ہوں کہ وہ خدا کی نماز پڑھا کرے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے نماز پڑھنے کے متعلق کبھی نہیں کہا۔ مَیں خود ہی تمام نمازیں پڑھ لیا کرتا تھا۔ لیکن اُس دن شاید میری غفلت کو اللہ تعالیٰ دور کرنا چاہتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے دیکھ کر کہا کہ محمود اِدھر آؤ! مَیں گیا تو آپ نے فرمایا تم جمعہ پڑھنے نہیں گئے؟ مَیں نے کہا مَیں گیا تو تھا مگر معلوم ہوا کہ مسجد بھری ہوئی ہے وہاں نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ مَیں نے کہنے کو تو یہ کہہ دیا مگر اپنے دل میں سخت ڈرا کہ مَیں نے دوسرے کی بات پر کیوں اعتبار کر لیا۔ معلوم نہیں اُس نے جھوٹ کہا ہے یا سچ کہا ہے۔ اگر اُس نے سچ بولا ہے تب تو خیر۔ لیکن اگر اُس نے جھوٹ بولا ہے تو چونکہ اُسی کی بات میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے بیان کر دی ہے اس لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھ سے ناراض ہوں گے کہ تم نے جھوٹ کیوں بولا۔ غرض میں اپنے دل میں سخت خائف ہوا کہ آج نہ معلوم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا فرماتے ہیں۔ اتنے میں نماز پڑھ کر مولوی عبد الکریم صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عیادت کے لیے آئے۔ مَیں قریب ہی اِدھر اُدھر منڈلا رہا تھا کہ دیکھوں آج کیا بنتا ہے۔ اُن کے آتے ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن سے سوال کیا کہ آج جمعہ میں لوگ زیادہ آئے تھے اور مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے گنجائش نہیں رہی تھی؟ میرا دل تو یہ سنتے ہی بیٹھ گیا کہ خبر نہیں۔ اُس شخص نے مجھ سے سچ کہا تھا یا جھوٹ کہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے میری عزت رکھ لی۔ مولوی عبد الکریم صاحب مرحوم میں خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر

ادا کرنے کا مادہ بہت زیادہ پایا جاتا تھا۔ انہوں نے یہ سنا تو کہا کہ حضور! اللہ کا بڑا احسان تھا مسجد خوب لوگوں سے بھری ہوئی تھی۔ اُس میں بیٹھنے کے لیے ذرا بھی گنجائش نہیں رہی تھی۔ تب مَیں نے سمجھا کہ اُس احمدی نے جو کچھ کہا تھا وہ سچ تھا۔ **تو اللہ تعالیٰ نے ہماری ترقی کا یہی ذریعہ رکھا ہے کہ ہماری مسجدیں بڑھتی جائیں اور لوگوں سے ہر وقت آباد رہیں۔ جب تک تم مسجدوں کو آباد رکھو گے اُس وقت تک تم بھی آباد رہو گے اور جب تم مسجدوں کو چھوڑ دو گے، اُس وقت اللہ تعالیٰ تم کو بھی چھوڑ دے گا۔**

غرض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اُس نے میری تحریک کو قبول فرمایا اور چند گھنٹوں کے اندر اندر ہمارے اندازہ سے زیادہ روپیہ جمع ہو گیا۔ میرا منشاء ہے کہ اب مسجد مبارک میں ایک لاؤڈ سپیکر بھی لگا دیا جائے کیونکہ نمازیوں کے زیادہ آنے کی وجہ سے بات دُور تک آسانی سے پہنچائی نہیں جاسکتی۔ ☆

باہر کے لوگوں کو گھبرانا نہیں چاہیے کہ وہ اس تحریک میں حصہ لینے سے محروم رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے لیے ثواب کے اَور مواقع بہم پہنچا دے گا۔ ابتدائے خلافت میں جب لوگوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ چند مجاوروں نے، جن کا کام روٹیاں کھانا تھا، خلافت کو تسلیم کر لیا ہے تو معلوم ہوتا ہے قادیان کے لوگوں کو اس سے ضرور صدمہ ہوا ہو گا۔ کیونکہ اُنہی دنوں میں مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک شخص کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے کہ "مبارک ہو قادیان کی غریب جماعت تم پر خلافت کی رحمتیں یا برکتیں نازل ہوتی ہیں"۔ پس یہ خلافت کی برکت ہی ہے جو تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح قادیان کے غریبوں اور مسکینوں نے ایسی قربانی پیش کی جس کی نظیر اور کسی جماعت میں نہیں مل سکتی۔ آج مجھے حیرت ہوئی جبکہ ایک غریب عورت جو تجارت کرتی ہے، جس کا سارا سرمایہ سو ڈیڑھ سو روپیہ کا ہے اور ہندوؤں سے مسلمان ہوئی ہے صبح ہی میرے پاس آئی اور اُس نے دس دس روپیہ کے پانچ نوٹ یہ کہتے ہوئے مجھے دیئے کہ یہ

☆ جمعہ کے معًا بعد ایک احمدی، بجلی کے کارخانہ کے مالک نے پیش کیا کہ وہ لاؤڈ سپیکر اس غرض کے لیے مسجد کو اپنی فرم کی طرف سے پیش کریں گے۔ فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ۔

میری طرف سے مسجد مبارک کی توسیع کے لیے ہیں۔ مَیں نے اُس وقت اپنے دل میں کہا کہ اِس عورت کا یہ چندہ اِس کے سرمایہ کا آدھا یا ثُلث ہے۔ مگر اِس نے خدا کا گھر بنانے کے لیے اپنا آدھا یا ثُلث سرمایہ پیش کر دیا۔ پھر کیوں نہ ہم یقین کریں کہ خدا بھی اپنی اس غریب بندی کا گھر جنت میں بنائے گا اور اسے اپنے انعامات سے حصہ دے گا۔

پس اللہ تعالیٰ کے جو فضل ہم پر ہیں اُن کو دیکھتے ہوئے ہم یہی سمجھتے ہیں کہ ہمارا ہر قدم ترقی کے میدان میں بڑھتا چلا جائے گا۔ جتنا کام اِس وقت تک ہوا ہے خدا نے کیا ہے اور آگے بھی خدا ہی کرے گا۔

خاندان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نصیحت کہ اپنی تمام زندگی خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیں: اس کے بعد مَیں کچھ اَور باتیں کہنا چاہتا ہوں اور مَیں ان باتوں کو جلدی جلدی اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مَیں نہیں جانتا میری کتنی زندگی ہے۔ مَیں اِس مقام پر سب سے پہلے اپنے خاندان کو نصیحت کرتا ہوں کہ دیکھو ہمارے اوپر اللہ تعالیٰ کے اِس قدر احسانات ہیں کہ اگر سجدوں میں ہمارے ناک گِھس جائیں ہمارے ماتھوں کی ہڈیاں گِھس جائیں تب بھی ہم اُس کے احسانات کا شکر ادا نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری موعود کی نسل میں ہمیں پیدا کیا ہے اور اس فخر کے لیے اُس نے اپنے فضل سے ہمیں چُن لیا ہے۔ پس ہم پر ایک بہت بڑی ذمہ داری عائد ہے۔ دنیا کے لوگوں کے لیے دنیا کے اور بہت سے کام پڑے ہوئے ہیں۔ مگر ہماری زندگی تو کلیۃً دین کی خدمت اور اسلام کے احیاء کے لیے وقف ہونی چاہیے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں ہمارے خاندان کے کچھ افراد دنیا کے کام میں مشغول ہوگئے ہیں۔ بے شک وہ چندے بھی دیتے ہیں، بے شک وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں، بے شک وہ اَور دینی کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ مگر یہ وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ ہر مومن سے امید کرتا ہے۔ ہر مومن سے وہ توقع کرتا ہے کہ وہ جہاں دنیا کے کام کرے وہاں چندے بھی دے، وہاں نمازیں بھی پڑھے، وہاں دین کے اَور کاموں میں بھی حصہ لے۔ پس اِس لحاظ سے ان میں اور عام مومنوں میں کوئی امتیاز نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ خدا ہم سے دوسروں کی نسبت زیادہ امید کرتا ہے۔ خدا ہم سے یہ نہیں چاہتا کہ ہم کچھ وقت دین کو دیں اور

باقی وقت دنیا پر صَرف کریں۔ بلکہ خدا ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اپنی تمام زندگی خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لیے وقف کر دیں۔ حضرت داؤد فرماتے ہیں مَیں نے آج تک کسی بزرگ کی سات پُشتوں تک کو بھیک مانگتے اور فاقہ کرتے نہیں دیکھا۔**22** اس کے معنے یہی ہیں کہ سات پُشتوں تک اللہ تعالیٰ خود اس خاندان کا محافظ ہو جاتا ہے اور پھر اس کے یہ بھی معنے ہیں کہ جب سات پُشتوں تک خدا خود اُس خاندان کا محافظ ہو جاتا ہے تو اُس خاندان کے افراد کا بھی فرض ہوتا ہے کہ وہ کم سے کم سات پُشتوں تک سوائے دین کی خدمت کے اور کوئی کام نہ کریں۔ اگر وہ دنیا کے کام چھوڑ دیں تو اس کے نتیجہ میں فرض کرو اُن کو فاقے آنے لگ جاتے ہیں تو پھر کیا ہوا۔ سب کچھ خدا کی مشیت کے ماتحت ہوتا ہے۔ اگر اِس رنگ میں ہی کسی وقت اللہ تعالیٰ ان کا امتحان لینا چاہے اور انہیں فاقے آنے شروع ہو جائیں تب بھی اس میں کونسی بڑی بات ہے۔ کیا لوگ دنیا میں فاقے نہیں کیا کرتے؟ اگر دنیا کے اور لوگ فاقے کر لیتے ہیں تو فاقہ سے ڈر کر ہمارے لیے دین کی خدمت کو چھوڑنا کس طرح جائز ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے اُس وقت ہمارے پاس اپنے گزارے کا کوئی سامان نہ تھا۔ والدہ سے اُس کے ہر بچہ کو محبت ہوتی ہے لیکن میرے دل میں نہ صرف اپنی والدہ ہونے کے لحاظ سے حضرت اماں جان کی عظمت تھی بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اہلیہ ہونے کی وجہ سے آپ کی دُہری عزت میرے قلب میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ جس چیز نے میرے دل پر خاص طور پر اثر کیا وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جب فوت ہوئے ہیں اُس وقت آپ پر کچھ قرض تھا۔ آپ نے یہ نہیں کیا کہ جماعت کے لوگوں سے کہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اِس قدر قرض ہے یہ ادا کر دو۔ بلکہ آپ کے پاس جو زیور تھا اُسے آپ نے بیچ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرض کو فوراً ادا کر دیا۔ مَیں اُس وقت بچہ تھا اور میرے لیے ان کی خدمت کرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ مگر میرے دل پر ہمیشہ یہ اثر رہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کتنا محبت کرنے والا اور آپ سے تعاون کرنے والا ساتھی دیا۔ پھر ہمارے لیے حضرت خلیفہ اول نے کچھ گزارہ مقرر کرنا چاہا۔ مَیں نے

اِس بات کا پہلے بڑا مقابلہ کیا اور کہا کہ ہم ہر گز گزارہ نہیں لیں گے۔ لوگ مجھے کہتے کہ آخر آپ کیا کریں گے ؟ تو مَیں یہی کہتا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمیں بھوکا رکھنا منظور ہے تو ہم بھوکے رہیں گے مگر جماعت سے گزارہ کے لیے کوئی رقم نہیں لیں گے۔ یہاں تک کہ حضرت خلیفہ اول کو یہ بات معلوم ہوئی۔ اِس پر آپ نے مجھے بلایا اور فرمایا کہ میاں! خدا کا ایک الہام ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوا اور مَیں نے اُس الہام کے یہ معنے نکالے ہیں اس لیے تم اس گزارہ کو قبول کرلو۔ چنانچہ مَیں نے وہ گزارہ قبول کر لیا مگر وہ گزارہ اُس سے بہت کم تھا جو آجکل ہماری اولادوں کو ملتا ہے۔ اُس وقت مجھے ساٹھ روپے ماہوار ملا کرتے تھے اور ہم نہ صرف میاں بیوی تھے بلکہ اُس وقت تک دو بچے بھی ہو چکے تھے اور ایک خادمہ بھی تھی۔ اِس کے علاوہ مَیں انہی روپوں میں سے دس روپے کے قریب دینی کاموں میں خرچ کرتا تھا۔ گویا پچاس روپیہ میں ہم گزارا کیا کرتے تھے۔ لیکن میرے دل میں اُس وقت یہ کبھی خیال پیدا نہیں ہوا کہ ہمیں گزارہ کم ملتا ہے۔ ہماری جائیداد بے شک تھی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ جائیداد کی طرف توجہ نہیں کیا کرتے تھے اِس لیے ہمیں بھی پتہ نہیں تھا کہ وہ جائیداد کیا ہے اور کتنی قیمت کی ہے۔ بعد میں وہ جائیداد خدا تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں روپیہ کی ثابت ہوئی اور باوجود اِس کے کہ بہت سی جائیداد ہم بیچ کر کھا چکے ہیں اب بھی اگر سب بھائیوں میں وہ جائیداد تقسیم کی جائے تو ہر ایک کا لاکھ بلکہ ڈیڑھ، ڈیڑھ لاکھ روپیہ کا حصہ نکل سکتا ہے۔ حالانکہ چار پانچ لاکھ روپیہ کی جائیداد ہم بیچ چکے ہیں۔ تو یہ چیز موجود تھی مگر ہمیں اس کا پتہ نہیں تھا اور نہ اس جائیداد کی قیمت کا ہمیں کوئی علم تھا۔ نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جائیداد سے کوئی واسطہ رکھا اور نہ ہمیں اِس کی طرف کوئی توجہ پیدا ہوئی۔ اِس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایسے ذرائع سے روپیہ دینا شروع کر دیا جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھے۔ لوگ جہاں مجھ پر مختلف اعتراضات کیا کرتے ہیں مگر مَیں ان اعتراضات کی پروا نہیں کیا کرتا وہاں مالی معاملات میں جب بھی مجھ پر کوئی اعتراض کیا گیا ہے مَیں نے دلیری سے کہا ہے کہ تم مجھ سے پائی پائی کا حساب لے لو۔ مَیں تمہیں بتانے کے لیے تیار ہوں کہ میری جائیداد کس طرح بنی ہے۔ اور یہ تمام باتیں زبانی نہیں بلکہ رجسٹروں

اور تحریروں سے میں ثابت کر سکتا ہوں۔ مَیں نے جماعت کے روپیہ سے جائیداد نہیں بنائی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے خود ہی مجھ کو جائیداد دی ہے۔ چنانچہ آج بڑے سے بڑے دشمن کو بھی میں حساب دینے کے لیے تیار ہوں اور ثابت کر سکتا ہوں کہ مَیں نے جماعت کے روپیہ سے ہر گز کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے توقع سے بہت زیادہ جائیداد دی ہے۔ جس کا قیاس اور وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے پیشگوئی کے ذریعہ سے پہلے مجھے اس جائیداد کی خبر دی۔ پھر ایسے سامان کیے کہ معجزانہ رنگ میں وہ جائیداد مجھے مل گئی اور ہر قدم پر ایسے حالات پیدا ہوئے کہ جبراً وہ جائیداد مجھے لینی پڑی۔ کہیں کوئی مجبوری پیدا ہوئی اور اُس کی وجہ سے جائیداد لینی پڑی اور کہیں کوئی مصلحت نظر آئی تو جائیداد لینی پڑی۔ بہر حال یاد رکھو خدا اپنے بندوں کو دیتا ہے اور ایسے طور پر دیتا ہے کہ بندہ لیتے لیتے تھک جاتا ہے۔ پھر کیوں وہ خدا پر یقین اور توکل نہیں کرتے اور دنیوی کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ پر توکل کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں ہونے کی وجہ سے جس طرح ہم تینوں بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق دی ہے کہ ہم نے اپنی زندگیاں دین کے لیے وقف کر دی ہیں اِسی طرح وہ اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کے لیے وقف کر دیں، اپنی اولادوں کو خدا تعالیٰ کے لیے وقف کر دیں اور دنیوی کاموں کی بجائے دین کے کاموں اور اسلام کے احیاء میں حصہ لیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو اوّل تو مَیں انہیں بتاتا ہوں خدا انہیں فاقہ نہیں دے گا۔ لیکن مَیں کہتا ہوں اگر خدائی مشیت کے ماتحت کسی وقت انہیں فاقہ بھی کرنا پڑے تو یہ فاقہ ہزاروں کھانوں سے زیادہ بہتر ہو گا۔ اِس وقت دین پر ایک آفت آئی ہوئی ہے، اسلام ایک مصیبت میں مبتلا ہے اور اِس کا وہی نقشہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان الفاظ میں کھینچا کہ ؎

بیکسے شد دین احمد ہیچ خویش و یار نیست
ہر کسے در کارِ خود با دینِ احمد کار نیست[23]

پس اے ابنائے فارس! تم کو یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کو خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بیٹا قرار دیا ہے اور بیٹا اِسی وجہ سے قرار دیا ہے تا آپ کے خاندان کو معلوم ہو کہ وہ خویشوں میں سے ہیں اور اُن سے زیادہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ دین کی خدمت کریں گے۔ پس تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خویشوں میں سے ہو۔ تمہیں اَوروں سے زیادہ دین کی خدمت کرنی چاہیے۔ مجھے تو اِس بات کی کبھی سمجھ ہی نہیں آسکتی کہ اگر خدا نے دین کی خدمت کا کام کرتے ہوئے دنیوی لحاظ سے مجھے اپنے فضلوں سے حصہ دیا ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میری اولاد یا اولاد در اولاد دین کی خدمت کا کام کرے اور وہ فاقہ سے مرتی رہے۔ اگر وہ مومنانہ رنگ اختیار کریں تو تھوڑے روپیہ میں بھی آسانی سے گزارہ کر سکتے ہیں اور اگر حرص بڑھا لیں تو پھر پانچ یا دس ہزار روپیہ کمانے کی کیا شرط ہے۔ انسان کہتا ہے مجھے بیس ہزار روپیہ ملے جب بیس ہزار روپیہ اکٹھا کر لیتا ہے تو کہتا ہے میرے پاس پچاس ہزار روپیہ ہو جائے۔ جب پچاس ہزار روپیہ ہو جاتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کے پاس ایک لاکھ روپیہ ہو جائے۔ پس اگر اس حرص کو بڑھاتے چلے جائیں تو پھر بڑھتی چلی جاتی ہے اور اِس کا کہیں خاتمہ نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں جن کی ماہوار آمد پچاس پچاس، ساٹھ ساٹھ لاکھ روپیہ ہے مگر پھر بھی وہ یہی چاہتے ہیں کہ ان کے پاس اَور روپیہ آجائے۔ پس اللہ تعالیٰ پر توکل کرو، دنیوی کاموں کو چھوڑ دو اور دین کے لیے اپنی زندگیوں کو وقف کر دو۔ اِسلام اس وقت قربانی کا محتاج ہے اور سب سے پہلا حق اِس قربانی کو ادا کرنے کا ہم پر ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ اول المومنین تھے۔**24** اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ آپ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے احکام کا مخاطب اپنے آپ کو سمجھتے تھے اور دوسروں کو کہنے سے پہلے خود اس پر عمل کر کے دکھا دیتے تھے۔ مجھ پر بھی جب یہ تازہ انکشاف ہوا اور اس کے بعد میری آنکھ کھلی تو ایک دو منٹ تو اس رؤیا پر ہی مَیں غور کرتا رہا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے معاً مجھے سمجھ دی کہ اِتنا وقت مَیں نے ناحق ضائع کر دیا اور مَیں نے فوراً اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا یَا رَبِّ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ جب خدا کسی کے سپرد کوئی کام کرتا ہے تو اُس پر بہت بڑی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ یہ خوشی کا مقام نہیں بلکہ گھبراہٹ کا مقام ہوتا ہے اور اُس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ

کی بات پر ایمان لائے۔

خدا تعالیٰ کے دین کے لیے جائیدادیں وقف کرنے کی تحریک: اب مَیں ایک آخری اور ضروری بات کہہ کر اِس خطبہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اب اسلام کی فتح کی ایک نئی بنیاد رکھ دی ہے تو یقیناً اس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لیے ہم سے نئی قربانیوں کا مطالبہ کرنے والا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ آواز میرے منہ سے نکلے گی یا کسی اور شخص کے منہ سے نکلے گی۔ مَیں یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ آواز کس رنگ میں نکلے گی لیکن بہرحال یہ آواز بلند ہونے والی ہے۔ ہماری جماعت بے شک چندے دیتی ہے اور بہت دیتی ہے، قربانیاں کرتی ہے اور بہت کرتی ہے۔ مگر یہ قربانیاں اسلام کی اشاعت کے لیے کافی نہیں۔ پس میں تجویز کرتا ہوں اور اس تجویز کے مطابق سب سے پہلے مَیں اپنے وجود کو پیش کرتا ہوں کہ ہم میں سے کچھ لوگ جن کو خدا تعالیٰ توفیق دے اپنی جائیدادوں کو اس صورت میں دین کے لیے وقف کردیں کہ جب سلسلہ کی طرف سے اُن سے مطالبہ کیا جائے گا انہیں وہ جائیداد اسلام کی اشاعت کے لیے پیش کرنے میں قطعاً کوئی عذر نہیں ہوگا۔ مَیں سب سے پہلے اس غرض کے لیے اپنی جائیداد وقف کرتا ہوں۔ دوسرے چودھری ظفر اللہ خاں صاحب ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی جائیداد میری اِس تحریک پر دین کی خدمت کے لیے وقف کردی ہے بلکہ انہوں نے مجھے کہا آپ جانتے ہیں، آپ کی پہلے بھی یہی خواہش تھی اور ایک دفعہ آپ نے اپنی اِس خواہش کا مجھ سے اظہار بھی کیا تھا اور مَیں نے کہا تھا کہ میری جائیداد اس غرض کے لیے لے لی جائے۔ اب دوبارہ مَیں اس مقصد کے لیے اپنی جائیداد پیش کرتا ہوں۔ تیسرے نمبر پر میرے بھانجے مسعود احمد خان صاحب ہیں۔ انہوں نے کل سنا کہ میری یہ خواہش ہے تو فوراً مجھے لکھا کہ میری جس قدر جائیداد ہے اُسے مَیں بھی اسلام کی اشاعت کے لیے وقف کرتا ہوں۔ اِس وقف کی صورت یہ ہوگی کہ ایک کمیٹی بنا دی جائے گی اور جب وہ فیصلہ کرے گی کہ اِس وقت اسلام کی ضرورت کے لیے وقف کرنے والوں کی جائیدادوں سے اِس اِس قدر رقم لے لی جائے اُس وقت پہلے عام چندے کی تحریک کی جائے گی۔ اس کے بعد چندہ میں جو کمی رہ جائے گی اُس کمی کو یہ کمیٹی

ان لوگوں پر نسبتی طور پر تقسیم کر دے گی جنہوں نے اپنی جائیدادیں وقف کی ہوں گی۔ اور ان کا اختیار ہو گا کہ وہ چاہیں تو نقد روپیہ دے دیں اور چاہیں تو اپنی جائیداد فروخت کر کے یا گرو رکھ کر اتنا روپیہ دے دیں۔ گویا اسلام کی اشاعت کے لیے آئندہ یہ نہیں ہو گا کہ کہا جائے ہمارے پاس اتنا روپیہ نہیں۔ جماعت میں پہلے ایک عام تحریک کی جائے گی اور اس کے بعد جو کمی رہ جائے گی اُس بار کو ہم لوگ اپنے اوپر لے لیں گے جنہوں نے دین کے لیے اپنی جائیدادوں کو وقف کر دیا ہو گا۔ اور جو کمیٹی مقرر ہو گی وہ جائیدادوں کے مطابق ہر ایک کا حصہ اُسے بتا دے گی۔ مثلاً فرض کرو ایک شخص کی جائیداد ایک لاکھ روپے کی ہے اور دوسرے کی دس ہزار روپیہ کی۔ تو لاکھ روپے کی جائیداد رکھنے والے کے ذمّے مثلاً کمیٹی دس حصے مقرر کر دے گی اور دس ہزار روپیہ والے کے ذمہ ایک حصہ۔ اور اُن کا اختیار ہو گا کہ وہ چاہیں تو نقد روپیہ ادا کر دیں اور چاہیں تو اپنی جائیداد کو فروخت کر کے یا گرو رکھ کر ادا کر دیں۔ بہر حال اس معاہدہ کے بعد اُن کا کوئی حق نہیں ہو گا کہ وہ کہہ سکیں کہ ہم اپنی جائیداد کا اِتنا حصہ دے سکتے ہیں اِتنا نہیں دے سکتے۔ یہ کمیٹی کا اختیار ہو گا کہ اُن سے جس قدر ضرورت سمجھے مطالبہ کرے۔ اُن کا حق نہیں ہو گا کہ وہ انکار کریں۔ اِس اقرار کے بعد اگر کوئی شخص اس جائیداد کو فروخت کرنا چاہے تو چونکہ اُس سے پہلے وہ اپنی جائیداد سلسلہ کو دے چکا ہو گا اس لیے اُس کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ جائیداد فروخت کرتے وقت کمیٹی کو اطلاع دے کہ اِس اِس رنگ میں مَیں اپنی جائیداد کو بدلنے لگا ہوں تا کہ کمیٹی کو تمام جائیدادوں کے متعلق صحیح علم حاصل ہوتا رہے۔ اور چونکہ کچھ لوگ اِس قسم کے بھی ہوتے ہیں کہ اُن کے پاس جائیدادیں نہیں ہوتیں لیکن اُن کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ بھی کسی طرح ثواب میں شامل ہوں اِس لیے وہ اگر چاہیں تو اِس رنگ میں اپنا نام پیش کر سکتے ہیں کہ علاوہ دوسرے چندوں کو ادا کرنے کے جب کبھی اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لیے خاص قربانیوں کا مطالبہ ہوا مَیں اپنی ایک مہینہ کی یا دو مہینہ کی یا تین مہینہ کی آمد دے دوں گا۔ اور مجھے اور میرے بیوی بچوں کو خواہ کیسی ہی تنگی سے گزارہ کرنا پڑے مَیں اس کی پرواہ نہیں کروں گا۔ اس معاہدہ کے مطابق جب قربانیوں کا وقت آیا تو ان لوگوں سے اُن کے وعدے کے مطابق ایک یا دو یا تین

مہینہ کی آمد وصول کر لی جائے گی اور اُن کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ اِس میں کسی قسم کا پس و پیش نہ کریں۔

یہ دو صورتیں ہیں جو اسلام اور احمدیت کی اشاعت کے لیے ضروری ہیں۔ جو لوگ صاحبِ جائیداد ہیں اُن کو چاہیے کہ وہ اپنی جائیدادیں دین کے لیے وقف کر دیں اور ہمارے پاس نوٹ کرا دیں کہ ہماری جائیدادیں آج سے خدا کے دین کی اشاعت کے لیے خرچ ہو سکتی ہیں۔ ہمارا اُن پر کوئی اختیار نہیں ہو گا۔ یہ جائیدادیں گو اُن کے پاس ہی رہیں گی مگر وقت آنے پر اُن سے فائدہ اُٹھایا جاسکے گا۔ اِس دوران میں اگر وہ اپنی جائیداد میں کوئی تغیر و تبدل کریں تو اُن کا فرض ہو گا کہ وہ ہمیں اس تبدیلی سے اطلاع دیں۔ جب اسلام کی طرف سے قربانی کی آواز بلند ہو گی اُس وقت اگر نصف کی ضرورت ہو گی تو اُن سے نصف جائیداد لے لی جائے گی، ثُلث کی ضرورت ہو گی تو ثُلث جائیداد لے لی جائے گی۔ پانچویں، ساتویں یا دسویں حصہ کی ضرورت ہو گی تو اُس قدر حصہ کا مطالبہ کر لیا جائے گا۔ مگر بہرحال یہ طوعی تحریک ہے۔ میرا حکم نہیں ہے کہ ہر شخص اِس تحریک میں ضرور شامل ہو۔ جو شخص ثواب کی خاطر اِس تحریک میں شامل ہونا چاہے اُسے چاہیے کہ وہ اِس میں جلد شامل ہو جائے اور اپنے نام سے ہمیں اطلاع دے تاکہ دین کے کاموں میں آئندہ کسی قسم کا رخنہ پیدا نہ ہو اور ہم دلیری اور جرأت سے تبلیغ و اشاعت کے کام میں ہر وقت حصہ لے سکیں۔

پس آج اِس خطبہ کے ذریعہ مَیں یہ اعلان کرتا ہوں تاکہ ساری جماعت میں یہ بات پھیل جائے اور اللہ تعالیٰ جس جس کو توفیق عطا فرمائے وہ اِس تحریک میں شامل ہوتا چلا جائے۔ مَیں نے ابھی اس غرض کے لیے چونکہ کوئی کمیٹی مقرر نہیں کی اس لیے جو دوست اس تحریک میں شامل ہونا چاہیں وہ اپنے اپنے ناموں سے مجھے اطلاع دے دیں اور اس امر سے بھی کہ اُن کی کتنی جائیداد ہے جو اسلام کی اشاعت کے لیے وہ وقف کرنا چاہتے ہیں۔ جو دوست اطلاع دیں گے اُن کا نام رجسٹر میں نوٹ کر لیا جائے گا۔ اسی طرح تنخواہوں کے متعلق بھی براہ راست مجھے اطلاع دے دی جائے۔ بعد میں جب رجسٹر بن جائیں گے تو اُن کے نام وہاں درج

کر دیئے جائیں گے☆۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم نہایت خوشی سے، نہایت فرحت سے، نہایت بشاشت اور دل کی ٹھنڈک سے اپنی ہر چیز، اپنی جان بھی، اپنا مال بھی، اپنی اولاد بھی، اپنی بیویاں بھی، اپنے عزیز اور رشتہ دار بھی، اپنے جذبات اور احساسات بھی اور اپنے خیالات اور افکار بھی اپنے رب کے پاؤں پر قربان کر دیں اور اس راہ میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ اور تنگ دلی سے کام نہ لیں۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْن"۔(الفضل 14 مارچ 1944ء)

☆اِس اعلان کے بعد چند گھنٹوں میں چالیس لاکھ کے قریب کی قیمت کی جائیدادیں دوستوں نے وقف کر دیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ باہر کے دوستوں اور قادیان کے اَور دوستوں کی درخواستوں کے بعد تعجب نہیں کہ کئی کروڑ روپیہ کا ریزرو فنڈ اس غرض کے لیے قائم ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کا رحم ان پر نازل ہو جو آگے بڑھ کر اس تحریک میں حصہ لیں۔ اَللّٰھُمَّ آمِیْن

---

1 : البقرۃ:157

2 :ترعُّش:ارتعاش

3 :بخاری کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمۃ الاولی (مفہوماً)

4 :الحکم 23 جنوری 1899ء صفحہ 2

5 :مسند احمد بن حنبل، مسند عثمان بن عفّان صفحہ 62 بیت الا فکار الدّولیہ لبنان 2004ء

6 :آل عمران: 194، 195

7 :البقرۃ:143

8 :صحیح بخاری کتاب الجنائز باب ما یکرہ من اتّخاذ المساجد علی القبور

9 :ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان (مفہومًا)

10 :المصنف کتاب الجنائز باب من رخص فی زیارۃ القبور جلد 3 صفحہ 342، 343 ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی 1986ء (مفہومًا)

11 :اسد الغابہ جلد اول صفحہ 238 بلال بن رباح بیروت لبنان 2001ء

12:پیدائش باب 50 ،یشوع باب 24 آیت 32، 33
13:تذکرہ صفحہ 10، 195۔ ایڈیشن چہارم
14:بدر 8 نومبر 1905ء
15:تذکرۃ الشہادتین روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 75
16:المائدۃ:68
17:تذکرہ صفحہ 411۔ ایڈیشن چہارم
18:تذکرہ صفحہ 106۔ ایڈیشن چہارم
19:بخاری کتاب العلم باب الغضب فی الموعظۃ والتعلیم اذا رأی ما یکرہ
20:صحیح بخاری کتاب الاذان باب وجوب القراءۃ للامام.........
21:تذکرہ صفحہ 782۔ ایڈیشن چہارم
22:زبور باب 37، آیت 26
23:برکات الدعاء روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 37
24:وَ اُمِرْتُ لِاَنْ اَکُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِیْنَ (الزمر:13)